شریعتِ اسلامیہ میں اصولِ تیسیر کا ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

(خاکہ برائے پروجیکٹ لیڈنگ ٹو پی ایچ ڈی)

مقالہ نگار

عائشہ صنوبر
رول نمبر Z-875609
لیکچرر اسلامیات
ماڈل دینی مدرسہ I/14، اسلام آباد

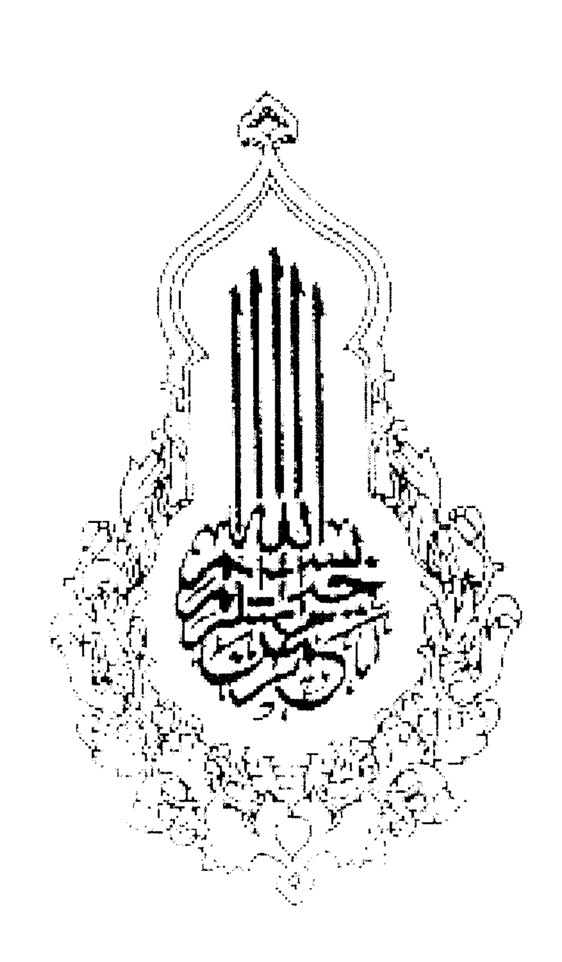
نگران مقالہ

ڈاکٹر محمد میاں صدیقی
مکان نمبر P-1524
اصغر مال روڈ۔ راولپنڈی
فون: 051-5532208



شعبہ اسلامک لاء
كلية عربي و علوم اسلامية
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سیشن 2009-2007



APPROVAL SHEET OF THE COMMITTEE

Title of Project ”شریعتِ اسلامیہ میں اصولِ تیسیر کا ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ“

Name of Student **Ayesha Snober** accepted by the Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University Islamabad in partial Fulfillment of requirment for the Leading to Ph.D Islamic Studies

____

Viva Voce Committee

____

Dean, F/O A/S

____

Chairman

Department of Islamic Law

____

External Examinar

____

Supervisor

محمد میاں صدیقی

____

DECLARATION

Ayesha Snober D/O Muhammad Ishaq

Roll No. **Z-875609**Registation No. 05-PRI-7074

A Student of Project Leading to Ph.D at the Allama Iqbal Open University, Islamabad do hereby solemnly declare that the thesis entitled

''شریعتِ اسلامیہ میں اصولِ تیسیر کا ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ''

Submitted by me in partial fulfillment of Project Leading to Ph.D in Islamic Studies is my original work, and has not been submitted or published earlier and shall not, in future, be submitted by me for obtaining any other degree from this or any other Univesity of institution.

Date:

Signature

Ayesha Snober

FORWARDING LETTER

Research thesis entitled ''شریعت اسلامیہ میں اصول تیسیر کا ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ'' submitted by AYESHA SNOBER in partial fulfillment of the requirement for the project leading to P.H.D in Islamic Studies has been completed under my guidance and supervision. I am staisfied with the quality of student's research work.

Dr. Muhammad Main Siddiqui

انتساب

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

صلى الله على النبى واله وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

جو تمام بنی نوع انسان کے لیے رحمت ہیں۔

اور انسانیت کے لیے کامل نمونہِ حیات ہیں۔

كما قال الله تعالىٰ فى القرآن المجيد والفرقان الحميد

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ الْحَسَنَة﴾

تحقیق تمہارے لیے (محمد) رسول اللہ بہترین نمونہ ہیں۔

اللہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

الحمد للہ رب العالمین۔

موضوع تحقیق کا تعارف:

اپنی تخلیق کو اپنی مرضی کے مطابق ترتیب دینا سنوارنا اور پیش کرنا خالق کا حق ہے۔ کیونکہ خالق سے بڑھ کر اپنی تخلیق کے نقائص وعیوب سے واقف کوئی نہیں۔ نظام کائنات میں انسان کی حیثیت خالق کائنات کی مخلوق اور رعیت کی ہے اور یہ خالق کائنات کا حق ہے کہ وہ جس طرح چاہے، خلق کو سنوارے .... اس کی حیات کا سامان جو بہتر سمجھے عطا کرے، بس خالق کائنات نے انسان کو بہترین دستور حیات ''اسلام'' کے عنوان کے ساتھ نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام کو مبعوث کیا ہے اور ہر نبی کو اپنے زمانہ وقت کے مطابق شریعت وقوانین عطا کئے گئے۔ جبکہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تا قیامت نبی مبعوث کیا گیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر اللہ نے دین کی تکمیل فرمادی ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید و الفرقان الحمید:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (1)

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اور اس کا دستور قرآن پاک کی صورت میں موجود ہے اور اس دستورِ حیات میں زندگی سے متعلق زریں اصول بیان کیے گئے ہیں۔ ان اصول میں اصولِ تیسیر بھی شامل ہیں۔

اصولِ تیسیر سے مراد ایسے اصول ہیں۔ جو انسان کے عبادات ومعاملات میں آسانی فراہم کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ تیسیر بابِ تفعیل کے وزن پر ہیں۔ قرآن نے تین بنیادی اصول تیسیر بیان کیے ہیں:

۱۔ عدمِ حرج ۲۔ قلّتِ تکلیف ۳۔ تدریج

قرآن حکیم کی تمام آیات کا بغور مطالعہ کیا جائے خواہ وہ حدود سے متعلق ہوں، عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات سے وابستہ ہوں تو اس نکتہ کا بخوبی ادراک ہوتا ہے کہ تمام فقہی احکام کا استنباط قرآن کے بنیادی فقہی اصول عدمِ حرج، قلّتِ تکلیف اور تدریج سے ہوتا ہے۔

فقہائے اسلام نے دقتِ نظر سے شرعی احکام میں علّتوں اور حکمتوں کو معلوم کرکے انہیں ملتی جلتی صورت حال پر منطبق کیا ہے۔

درج بالا فقہی اصول اللہ رب العزت کی طرف سے بنی نوع انسان کے لیے ایک نعمت عظمیٰ ہیں۔ جس کی وجہ سے استنباطِ احکام ومسائل میں انسانی زندگی کے لیے آسانیاں فراہم ہوجاتی ہے اور یہ اصول انسان کی زندگی پر ثنویت طاری

۱۔ المائدہ:۳

اسلامی شریعت کی روشنی میں اصول تیسیر کو مدلّل آیات واحادیث کے ساتھ بیان کیا جائے گا نیز فقہاء کرام کی آراء کو بھی بیان کیا جائے۔ اصول تیسیر کے اسباب پر تفصیلا بحث کی جائے گی۔ اور مقالہ کے آخر میں ناپسندیدہ خواہشات کو دور کرنے کے اسباب بتائے جائیں گے۔

ضرورت واہمیت :

اسلام ایک دین فطرت ہے اس کے احکام فطرت کے عین مطابق ہیں۔ دین اسلام کا ہر پہلو خواہ اس کا تعلق اخلاقیات سے ہو یا فقہی احکام (وضع قانون) سے ان میں انسانی سہولت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُرِيْدُاللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾(۱)

گویا قرآن نے انسان کو اعتدال میں رہنے کا درس دیا ہے اور مشکلات سے بچایا ہے۔ اس طرح قرآن وسنت سے استنباط کے طرق اور مناہج متعین ہوتے گئے اور آنے والے وقت میں جدید مسائل کا حل تلاش کرنا آسان ہوتا گیا۔ فقہی احکام میں تیسیر کے مختلف پہلوؤں پر بھی اسی طرز پر غور وفکر ہوا۔اور فقہاء کی کاوشوں سے تحقیقات شرعی کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ اس طرح انسانی جذبہ حریت کی نشوونما کے ساتھ لوگوں کی اخلاقی اور قانونی ضروریات کی تکمیل کا سامان بھی ہوا۔

مخالفین اسلام نے تخفیف اور آسانی کے پہلوؤں کو چھپا کر اسلامی سزاؤں اور بعض احکام میں سختی کو اجاگر کرکے اسلامی قانون وشریعت سے لوگوں کو متنفر کرنے کی کوشش کی اور وہ اس کوشش میں بہت حد تک کامیاب بھی رہے۔ اس کے مقابلے میں فقہی مسائل پر آپس کے بحث ومباحثے نے مسلمان اہل علم کو دوسری بات کی طرف متوجہ ہی نہیں ہونے دیا۔

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خود مسلمانوں نے بھی یہ سمجھنا شروع کردیا۔ کہ اسلامی احکام پر عمل دشوار ہے اور بہتر یہ ہے کہ خیریت اسی میں ہے کہ اسلامی شریعت عدالتی نظام کا حصہ نہ بننے پائے۔

زیر نظر مقالہ میں اسی غلط فہمی کے ازالے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اسلامی شریعت میں بے جا سختی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں تخفیف کی بے شمار صورتیں موجود ہیں۔ جنہوں نے اسے بہت نرم اور آسان بنادیا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اس کام کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے۔ جس کے تاسیسی مقاصد میں سے اسلامی

۱۔ البقرہ:۱۸۵

زندگی ہے۔

مسئلہ تحقیق:

۱۔ تدوین فقہ میں اصول تیسیر سے کیا مراد ہے۔

۲۔ اصول تیسیر کے اسباب کیا ہیں۔

۳۔ استنباط احکام میں اصول تیسیر کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

۴۔ وضع قانون میں اصول تیسیر انسانی سہولت و آسانی کے لیے کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

فرضیہ تحقیق:

۱۔ استنباط احکام میں اصول انسان کی فطرت کے مطابق آسانی اور سہولت فراہم کرتے ہیں۔

۲۔ فقہی اصول انسانی معاملات میں تشدد کے لیے ہیں؟

۳۔ احکام فقہ لچکدار ہیں؟

۴۔ اسلامی قانون جامد ہے؟

۵۔ اسلام انسان کو اس کی استطاعت کے مطابق مکلف بناتا ہے۔

اسلوبِ تحقیق:

۱۔ تحقیق کا طریقہ بیانیہ ہوگا۔

۲۔ قرآن، حدیث، اصول فقہ، فقہ اور محدثین کی کتب، تفاسیر اور احکام سے متعلق کتب سے استفادہ کیا جائے گا۔

۳۔ مستند اصول فقہ کی کتب سے معلومات حاصل کی جائیں گی۔

۴۔ ثانوی مآخذ کے بجائے بنیادی مآخذ سے استفادہ کیا جائے گا۔

۶۔ ہر باب کے آخر میں اہم نکات کی صورت میں ابواب کا خلاصہ پیش کیا جائے گا۔

مقاصد تحقیق:

مقاصد تحقیق درج ذیل ہیں:

۱۔ احکام تیسیر کا تعارف ۔

۲۔ تیسیر کے بنیادی اصول بیان کرنا۔

۳۔ اصول تیسیر سے مکلّف کو اس کی مختلف حادثاتی کیفیات کی بناء پر فقہی آراء کی روشنی میں آگاہی فراہم کرنا ۔

۴۔ اصول تیسیر کے اسباب سے واقفیت ۔

۵۔ اصول تیسیر میں ناجائز فائدے/ ضرر کے ازالے کی تدابیر ۔

۶۔ عبادات ومعاملات میں اصول تیسیر کا اطلاق وتطبیق ۔

۷۔ اصول تیسیر کو مع امثلہ قرآن وحدیث اور فقہاء کی مدلل آراء کے ساتھ بیان کرنا۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

اصول تیسیر سے انسان کو متعارف کروانے والی پہلی کتاب قرآن پاک ہے۔ یہ نسل انسانی پر ایک عظیم احسان ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید:

﴿لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۱)

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ، وان کنتم مرضی ، وان کنتم علی سفر ، فمن لم یجد ۔ جیسے احکام نے نزول وقت سے اصولِ تیسیر کا ایک اجمالی تصور ہر مسلمان کے ذہن میں پیدا کیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے اس تصور میں جلا ملی اور وسعت پیدا ہوئی اور آسانی وتخفیف کا دائرہ مزید وسیع تر ہوا۔

اسلامی علوم کے دور تدوین میں فقہ کے ساتھ ہی اصول تیسیر پر بھی فقہاء کی نظر رہی ہے۔ جس کا ثبوت کتب

۱۔ البقرۃ: ۱۸۳

کی طرح فقہ اوراصول فقہ کے کلیات کو بیان کرنے کا انداز اور اسلوب بھی ہر زمانے میں بدلتا رہتا ہے۔ ایک زمانہ تھا (ائمہ مجتہدین کا زمانہ) جب ان کلیات کو خالص مذہبی عقائد اور تعلیمات کی زبان اور انداز میں بیان کیا جاتا تھا۔

چنانچہ امام شافعی اور امام محمد بن حسن شیبانی اوران جیسے دوسرے فقہاء کی تحریروں میں شریعت کے کلیات سے بحث کرنے کا ایک خاص انداز پایا جاتا تھا، پھر جلد ہی ایک دور ایسا آیا جب فقہی اور اصولی مباحث کو منطق اور فلسفہ کے اسلوب میں بیان کیا جانے لگا۔ اس اسلوب کا اعلیٰ ترین نمونہ امام غزالیؒ اور امام رازیؒ کی تصنیفات میں نظر آتا ہے۔ یہ اسلوب متقدمین کے اسلوب سے بالکل مختلف ہے۔

اصولِ تیسیر کو یکجاء کرنے کی پہلی مربوط کوشش حافظ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ نے کی اور "الاشباہ والنظائر فی قواعد وفروع الفقه الشافعیه" میں فقہی اصول کے تحت ان کے اسباب کو جمع کیا۔ ان کی تعداد بیان کی لیکن ان کی تفصیل کو بیان نہیں کیا ہے۔ اور یہ کتاب شافعی مکتب فکر کی نمائندہ ہونے کی وجہ سے ہوتوں کا دائرہ بھی کچھ محدود سا ہوگیا

حافظ السیوطی کی وفات سے تقریباً چھپن برس بعد ۹۶۷ھ میں "الاشباہ والنظائر" ہی کے نام سے زین الدین بن ابراہیم المعروف ابن نجیم الحنفی المتوفی ۹۷۰ھ نے کتاب لکھی ۔

"گو ابن نجیم کو تأخیر زمانی بھی حاصل تھا۔لیکن انہوں نے اس میں کوئی قابل قدر اضافہ نہیں کیا البتہ بعض جگہ معروف حنفی فروعات کا ذکر کیا ہے۔

ہندوستان میں معروف عالم مولانا محمد تقی امینی نے اپنی کتاب "فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر" کے پانچویں باب میں احکام یسر کے کچھ اسباب کا ذکر کیا ہے۔ چونکہ یہ ان کا مستقل موضوع نہیں تھا اس لیے اسباب کی تعداد اور فرعی مثالوں میں کچھ اضافہ نہیں کر سکے ۔

عصر حاضر میں فقہ واصولِ فقہ پر کام ہو رہا ہے۔ اصولِ فقہ پر ایک کتاب علم اصول فقہ کے نام سے ڈاکٹر عرفان نے تحریر کی ہے۔ اس میں اصول فقہ کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

علاوہ ہذا ڈاکٹر محمود احمد غازی کے لیکچرز کو ایک مجموعہ کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ جس کو محاضرات فقہ کا نام دیا گیا ہے۔ یہ فقہ اسلامی کا ایک عمومی تعارف ہے۔ (اس کے دوسرے خطبہ میں اصول فقہ کو بیان کیا گیا ہے ، تاہم یہ کوشش کی گئی ہے کہ فقہ اسلامی کے بنیادی مباحث اس کے تصورات اورضروری پہلوؤں کو آسان اور سلیس زبان میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کے سامنے پیش کیا جائے۔

باب اوّل: اصولِ تیسیر کا تعارف واقسام

فصل اوّل: اصولِ تیسیر کا تعارف

ا۔ اصولِ تیسیر کی لغوی واصطلاحی تعریف

ب۔ اصولِ تیسیر کی اہمیت

ج۔ اصولِ تیسیر کی صورتیں

فصل دوم: اصولِ تیسیر کی تقسیم

ا۔ عدمِ حرج

ب۔ قلّتِ تکلیف

ج۔ التدریج

باب دوم: اصولِ تیسیر از روئے قرآن، السنۃ، فقہاء کی آراء

فصل اوّل: اصولِ تیسیر وامثلہ فی القرآن

فصل دوم: اصولِ تیسیر وامثلہ فی السنۃ

فصل سوم: اصولِ تیسیر فقہاء کی آراء میں۔

باب سوم: مأمورات شرعیہ/ممنوعات شرعیہ

فصل اوّل: اوامر شرعیہ میں اصولِ تیسیر

ا۔ عبادات

ب۔ معاملات میں تیسیر

فصل دوم: ممنوعاتِ شرعیہ میں اصولِ تیسیر

ا۔ حرام

ب۔ مکروہ

باب چہارم: اصولِ تیسیر کے اسباب/ضرر کے ازالے کی تدابیر

فصل اوّل: اصولِ تیسیر کے اسباب

سفر، مرض، اکراہ، نسیان، جہل، جنون، نقص، طبعی، نیند، صغرسنی، افلاس

موسمی حالات، حاجت، بھوک پیاس، عموم البلویٰ، خوف، ضرر

فصل دوم: ضرر کے ازالے کی تدابیر

ا۔ استثنائی صورتیں

ب۔ مشقت کے درجے اور مرتبے

ج۔ رخصت کی اقسام

☆ فہارس

فہرست آیات قرآنی

فہرست احادیث

☆ مصادر والمراجع

باب اوّل

اصولِ تیسیر کا تعارف

فصل اوّل : تیسیر کے لغوی و اصطلاحی معنی

اصول تیسیر کی اہمیت

فصل دوم: اصولِ تیسیر کی تقسیم

عدمِ حرج

قلت تکلیف

تدریج

فصلِ اوّل

تیسیر کے لُغوی و اصطلاحی معنیٰ ، اُصولِ تیسیر کی اہمیت

اصول تیسیر کا تعارف

اصول تیسیر کے لُغوی و اصطلاحی معنٰی

Facilitation, Facilitating making easy: Simplification Simpliifying making available making obtain able making accessible (۱)

یسر الشئ لفلان ۔ آسان کرنا، توفیق دینا۔

الیسر والیسر والسیارۃ: آسانی، نرمی، تونگری تیاسر باہم آسانی پیدا کرنا۔ (۲)

یسر کے لغوی معنی:

۱۔ آسانی، آرام، سہولت

۲. دولت ، ثروت ، تونگری ، امیری ، اقبال مندی خوش حالی ، فراخ دستی ، فارغ البالی

۳۔ یسر کی ضد عُسر ہے بمعنی تنگی ہے۔ (۳)

تیسیر کے اصطلاحی معنی:

تیسیر کے اصطلاحی معنی درج ذیل ہیں:

۱۔ جو اجتماعی احکام اور اصولی ضابطے دیئے گئے ہیں وہ اس لحاظ سے آسان ہیں کہ کوئی متبادل اصولی و اجتماعی حکم ایسا ممکن نہیں جو اتنا آسان ہو اور اتنے بہتر نتائج پیدا کرسکتا ہو۔

۲۔ جو انفرادی رعائتیں دی گئی ہیں وہ اتنی سہل ہیں کہ کسی پر اس کی قوت برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتی۔ (۴)

---

۱. البعلبکی، ڈاکٹر روحی، المورد الوسیط، مؤسسة ثقافية بيروت لبنان الطبعة الثالثة، ص: ۳۹۳

۲. بلیاوی، مولانا عبد الحفیظ، ابو الفضل، ص: ۱۰۱۸ مصباح الغات قدیمی کتب خانہ، کراچی

۳۔ کیرانوی، مولانا وحید الزمان قاسمی، قاموس الوحید۔ ادارۃ الاسلامیات۔ لاہور، ۲۰۰۱ء، ص: ۱۳۵۰

۴۔ پھلواری، مولانا محمد جعفر شاہ، اسلام دین آسان (رفیق ادارۂ ثقافت اسلامیہ کلب، روڈ۔ لاہور) ص: ۵۲

الأصل فی علوم الإسلام کلها کتاب الله تعالیٰ، فهو المنهل الأکبر تصدر عنه عامة العلوم؛ سواء فی ذلک علم التوحید، وعلم اللغة، وکذلک الفقه واصوله ومختلف المواقف والمشاهد والمواعظ، والأمر والنهی، والتبشیر والتحذیر والقصص وغیر ذلک من علوم الدنیا والآخرة[1]

ترجمہ: ''قرآن پاک شریعت کی اساس اور ستون ہے۔ اسلام کے تمام اصولوں کی اصل کتاب اللہ (قرآن مجید) ہے۔ پس قرآن پاک تمام علوم کے لیے ایک عظیم منبع ہے۔ خواہ اس کا تعلق علم التوحید سے ہو یا علم اللغۃ سے ہو یا فقہ واصولِ فقہ سے ہو یا غور وفکر کا مقام ہو یا مشاہدہ کا، یا نصیحت حاصل کرنے کا، یا اس کا اوامر ہو یا نواہی، یا خوشخبری ہو یا تحذیر ہو یا قصص ہو۔ اور اس کے علاوہ دیگر علوم ہوں ان سب کا ماخذ ومنبع قرآن پاک ہے۔

قیام الشریعة علی الیسر ونبذها للعسر: وفی ذلک مراعاة کاملة لطبیعة الإنسان المبنیة علی الضعف؛ ضعف البینة، وضعف الاحتمال، وضعف الإرادة والاصطبار، وأساس ذلک کله محدودیة الطاقة والاقتدار. ویستدل علی اعتماد التیسیر ونبذ التعسیر[2]

شریعت کا قیام یسر پر ہے۔ تمام تر مراعات کے باوجود انسان طبعی طور پر خفیف ہے۔ مثلاً بیان میں ضعف، احتمال میں صنف ارادہ وعمل میں ضعف ہے۔ جبکہ انسان کی طاقت اور اقتدار محدود ہیں۔ اور یہ قرآن میں تیسیر پر اعتماد اور تعسیر (تنگی) کو نظر انداز کرنے پر دلیل ہے۔

بقوله تعالیٰ: ﴿یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر﴾[3]

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اللہ تم پر کوئی حرج نہیں کرنا چاہتا ہے۔

وبقوله تعالیٰ: ﴿ما یرید الله لیجعل علیکم من حرج﴾[4]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا ہے''

---

١. امیر عبد العزیز، ڈاکٹر، اصول الفقه الاسلامی، الطبعة الاولیٰ (١٤١٨ھ/١٩٩٧ء) دار السلام للطباعة والنشر والتوزیع والترجمة، ص: ١/٦٢

٢. ایضاً

٣. البقرة: ١٨٥

''اس نے تم کو پسند کیا اور تم پر دین میں کوئی مشکل نہیں رکھی ہے۔

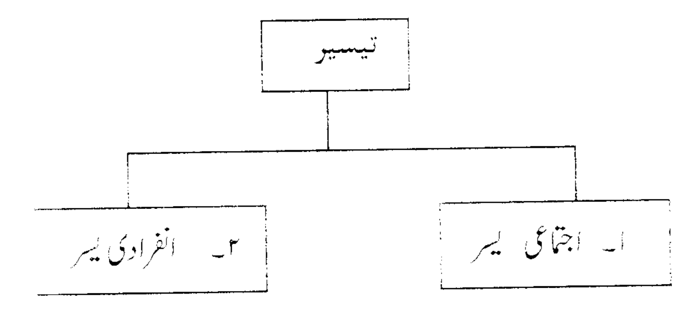
وكذلك قوله تعالى: ﴿هو اجتبكم وما جعل عليكم في الدين من حرج﴾ (١)

وبذلك فإن شريعة الإسلام قد بنيت على السهولة والبساطة واليسر، خلافاً للشرائع السابقة التي كان سمتها المغالاة والتشديد، لكن الإسلام الذي جيء به ليكون دين البشرية طيلة الدهر، قد جعله الله، سهلاً ميسراً ومرغوباً، لا مكان فيه للغلو أو الإفراط أو التنطع، وذلك في كل جانب من جوانب الإسلام؛ سواء في ذلك العبادات أو المعاملات أو غير ذلك من وجوه السلوك والتعامل (٢)

اور اسی طرح شریعت اسلام کی بنیاد سہولت کشادگی اور آسانی پر رکھی گئی ہے۔ بخلاف اس [illegible] جس کو شدت اور غلو کا نام دیا گیا ہے۔ اسلام ایک بشری دین (روشن زمانہ) سے کر آیا ہے۔ تحقیق اللہ نے اس کو سہولت والا، آسان اور رغبت والا بنایا ہے۔ اور غلو، افراط وتفریط کی اس میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اور اسلام ایک مکمل دین ہے۔ اس میں معاملات وعبادات کو یکساں طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اور اس میں تمام سلوک اور معاملات کو بیان کیا گیا ہے۔''

قرآن پاک میں لفظ تیسیر تقریباً ۴۴ مرتبہ آیا ہے۔ (۳)

تیسیر کی دو صورتیں ہیں:



۴۔ المائدۃ: ٦

۱۔ الحج: ۷۸

۲۔ امیر عبد العزیز، ڈاکٹر، اصول الفقہ الإسلامی، (الطبعة الاولیٰ ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء) دار السلام للطباعة والنشر والتوزيع والترجمه، ص: ۱/۶۴، ۱۶۲

اجتماعی یسر:

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید: ﴿یآیھا الذین آمنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون﴾ (۱)

ترجمہ: ''اے اہل ایمان تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ پرہیز گار بنو''

ایک اجتماعی حکم دیا جاتا ہے کہ ''رمضان المبارک میں روزے رکھو'' جن مقاصد کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے اس کا خلاصہ ہے ﴿لعلکم تتقون﴾ یعنی اتقاء واحتیاط کی زندگی حاصل کرسکو۔ باقی تمام مقاصد بھی اسی کے ذیل میں آجاتے ہیں خواہ وہ اصل مقصود نہ ہوں۔ مثلاً: شکر نعمت کا جذبہ، قدر نعمتِ الٰہی، صبر وقوت برداشت، معاشی ہمدردی، ہمدردی، امتثال امر الٰہی، تخلّق با خلاق اللہ، اخلاقی اقدار کا حصول، کسی خارجی قانون کے دباؤ کے بغیر اپنی خوشی اور رضا کاری سے قانونی پابندی کی مشق اپنی اندرونی اور بیرونی تمام طاقتوں پر کنٹرول فاقے کے باوجود لوٹ مار یا کوئی اور بے ایمانی شیطانی کرنے کی بجائے مزید نیکیاں کرنے کا جذبۂ صادقہ وغیرہ وغیرہ۔ غرض بے شمار مقاصد ہیں۔ جو روزے کے ذریعے پورے ہوتے ہیں ان سب کا خلاصہ ہے ﴿لعلکم تتقون﴾ اس پر اصرار نہیں کہ صرف روزے ہی سے یہ مقصد پورا ہوتا ہے دوسرے اجتماعی احکام بھی موجود ہیں اور ان کا مقصد بھی اتقاء کی زندگی ہی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ صوم کا اس مقصد عظیم کی تخلیق میں بہت بڑا حصہ ہے۔ اب ان تمام مقاصد کو جو اوپر بیان کئے گئے پیش نظر رکھا جائے اور اس کے بجائے کوئی دوسرا اس کا متبادل اجتماعی حکم تجویز کیا جائے۔ تو یہ اعتراف کیے بغیر کوئی چارہ نہ رہے گا کہ جو حکم بھی اس کا متبادل قرار دیا جائے گا۔ وہ اس سے دشوار تر ہوگا۔ اور پھر بھی وہ یہ نتائج نہ پیدا کر سکے گا۔ پس یہی حقیقت ہے۔ کہ یسر کے معنی یہ ہے کہ اس سے زیادہ آسان کوئی اور متبادل حکم ممکن نہیں جو وہی نتائج پیدا کرنے میں کامیاب ہو۔

انفرادی یسر:

سال میں چند دن کے روزے کسی متبادل حکم کے مقابلے میں تو یقیناً آسان ہیں لیکن مخصوص انسانوں میں انفرادی حیثیت پر نظر دوڑائیں تو کہیں سردی کا موسم ہے کہیں شدید گرمی کا کہیں۔ بہادر نوجوان ہیں اور کہیں بچے، بوڑھے اور بیمار کہیں حضر کی کی تمام سہولتیں ہیں اور کہیں سفر کی تمام کلفتیں، کہیں برقی پنکھے کے نیچے خس کی ٹیٹوں میں میز پر

۱۔ البقرہ: ۱۸۳

۲۔ پھلواروی، مولانا محمد جعفر شاہ، اسلام۔ دین آسان۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ لاہور، ص: ۵۴۔

چلانے والے کاشتکار کہیں مرد میدان سپاہی ہے اور کہیں اپنے آپ کو بھی بہ مشکل سنبھالنے والی حاملہ، مرضعہ غرض عوض مستقل راحتوں اور سہولتوں کی طرح عارضی اور مستقل مجبوریاں اور ناچاریاں بھی ہیں۔ چند ایسے بھی ہوں گے جن کا اندرونی شوق کہتا ہوگا کہ کاش روزے کئی کئی مہینے لگا تار ہوتے اور کچھ ایسے ہوں گا جو خوشی سے صیام رمضان تو پورے کر لیتے ہوں گے لیکن آگے ہمت جواب دے دیتی ہوگی۔ اور انہیں میں بعض ایسے بھی ہوں گے جن کا ذوق وشوق خواہ کس قدر بے چین کرتا ہو لیکن ان کے احوال وظروف ایک روزہ بھی نہ رکھنے دیتے ہوں گے۔ بلاشبہ حکم اجتماعی ہے، عام ہے اور پورے معاشرے کے لیے ہے لیکن افراد بیسوں مدارج میں منقسم ہیں۔ اگر ان کی استطاعتوں کے مدارج کی رعائتیں ملحوظ نہ ہوں تو یہ حکم عام یسر کا آئینہ دار نہ ہو سکے گا۔ مقصود تو تکمیل افراد ہے۔ لیکن افراد کی صلاحیتیں متفاوت و مختلف ہیں۔ یسر کا طبعی اور فطری تقاضا یہ ہے کہ اس تفاوت کے مطابق افراد کی رعائتیں ملحوظ ہوں ورنہ اصولی واجتماعی حکم یسر نہیں رہے گا۔[1] یہی سبب ہے کہ:

(الف) مسافر و مریض کے لیے رعائت ہے کہ وہ دوسرے دنوں میں روزے پورے کریں۔ ﴿فمن کان منکم مریضاً او علی سفر فعدة من ایام اخر﴾[2]

ترجمہ: ''پس تم میں سے جو کوئی مسافر ہو یا مریض ہو تو وہ ان کی تعداد دوسرے دنوں میں پوری کرے'' اس میں وہ تمام لوگ آجاتے ہیں جو کسی دوسری معقول وجہ سے سردست روزے پر قادر نہ ہوں۔

(ب) HARD WORKER'S یعنی سخت محنت کشوں کے لیے رعائت ہے کہ وہ روزے کے بجائے فدیہ ادا کریں۔ ﴿وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین﴾[3]

ترجمہ: ''اور وہ لوگ جو صاحب استطاعت ہیں ان کا فدیہ مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔''

(ج) جو فدیہ ادا کرنے کے لائق بھی نہ ہوں تو ﴿لا یکلف الله نفساً الا وسعها﴾[4]

ترجمہ: ''اللہ استطاعت سے زیادہ کا پابند نہیں کرتا''

غرض وہ تمام قسم کے افراد جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اپنی اپنی مجبوریوں کے مطابق ان میں استثنائی احکام میں آجاتے ہیں اور ایک فرد مجبور بھی ایسا نہیں رہ جاتا جس کی رعائیت اس کے احوال وظروف کے مطابق موجود نہ ہو۔[5]

۱۔ پھلواری، مولانا محمد جعفر شاہ، اسلام۔ آسان دین ص 54 #

۲۔ البقرۃ:۱۵۴

۳۔ البقرۃ:۱۸۴۔

۴۔ البقرۃ:۱۸۴

۵۔ پھلواروی، مولانا محمد جعفر شاہ، اسلام۔ آسان دین، ص # ۵۵

فصل دوم

اصولِ تیسیر کی تقسیم

ا۔ عدمِ حرج

لغوی معنی:

عدم حرج، یہ مرکب ہے۔ عدم، حرج

عدم: نہ ہونا۔ (۱)

حرج: تنگی اور پریشانی میں ڈالنا (۲)

اصطلاحی مفہوم:

عدمِ حرج کے اصول سے مراد یہ ہے کہ قرآن کا بنیادی اصول تنگی کو دور کرنا ہے حرج کے معنی تنگی [illegible] ہیں۔ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حرج کی تفسیر ضَیِّقٌ کے ساتھ مروی ہے۔ (۳)

حرج کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے۔

الحرجة من الشجر ما ليس له مخرج (۴)

''گھنی جھاڑی جس سے نکلنے کے راستہ نہ ہو''

الحرج: غيضة الشجر الملتفة لا يقدر احد ان ينظر فيها (۵)

''مڑی ہوئی شاخوں والے درخت کا گھنا پن جس کے اندرونی حصے کو کوئی دیکھ نہ سکے''

اصل الحرج الضيق (٦)

''حرج کی اصل تنگی ہے''

۱۔ کیرانوی، مولانا وحید الزمان قاسمی، القاموس الوحید، ص: ۱۰۵٦

۲۔ ایضاً، ص: ۳۲۴

۳۔ تفسیر کشاف، ص: ۲۹۲

۴۔ الشاطبی، ابو اسحاق ابراھیم، الموافقات، المسألة الثانية عشرة، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ص: [illegible]

۵۔ المعجم الوسیط، ص: ۱/۱۲۴

٦۔ الشاطبی، الموافقات، ص: ۲/۵۹

''یعنی حرج سے مراد ایسی صورتحال ہے جس سے نکلنا ممکن نہ ہو''

دین میں تنگی نہیں ہے:

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھر کم ولیتم نعمتہ عیکم (۲)

''اللہ تعالیٰ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے، اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے''

وما جعل علیکم فی الدین من حرج (۳)

''اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی''

قرآن کریم میں بعض معذور افراد کے لیے تنگی (حرج) نہ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

مثلاً اندھے کے لیے (۴)، لنگڑے کے لیے (۵)، مریض کے لیے (۶)

ایک موقع پر دین میں حرج نہ ہونے کے بارے میں ابن عباسؓ نے فرمایا:

انما ذلک سعة الإسلام ما جعل اللہ من التوبة والکفارات (۷)

یہ (دین میں حرج نہ ہونا) اسلام کی وہ وسعت ہے جو اللہ نے توبہ اور کفارہ کی شکل میں عطا کی ہے۔

الشاطبی نے دین میں تنگی نہ ہونے کی حکمت یہ بتائی ہے کہ اس سے بندے کے جسم، عقل، مال یا حالت میں کوئی ضرر یا فساد واقع کرنے کا اندیشہ تھا۔ (۷)

۱۔ الشاطبی، الموافقات، جلد ۲، ص ۱۵۹
۲۔ المائدہ: ٦
۳۔ الحج: ۷۸
۴۔ النور: ٦۱
۵۔ النور: ٦۱
٦۔ النور: ٦۱
۷۔ الشاطبی، الموافقات، ص: ۲/۱۵۹
۸۔ ایضاً، ص: ۱۳٦

کر کے حرج کو دور کیا جائے گا۔ انہوں نے اس اصول کو ایک کلیہ کی شکل میں یوں بیان کیا ہے۔

الحرج مرفوع[1]

حرج کو اٹھا لیا گیا ہے۔

یہ کلیہ عین مقاصد شریعت اور ارادہ الٰہی کے مطابق ہے۔

رفعِ حرج کی شرط:

تاہم حرج کا اطلاق ہر قسم کی تنگی پر نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد صرف وہی حرج ہے جو غیر معمولی ہو اور بندوں کے لیے حقیقی مشقت کا باعث ہے۔ چنانچہ علامہ شاطبی نے تصریح کی ہے کہ:

أصل الحرج الضيق فما كان من معتادات المشتقات فى الاعمال المعتاد مثلها فليس بحرج لغة ولا شرعاً.[2]

''حرج کی اصل تنگی ہے اس لیے جو مشقتیں عادۃ روزانہ کے کام کاج میں ہوتی ہیں وہ حرج میں داخل نہ ہوں گی، نہ لغوی اعتبار سے اور نہ شرعی اعتبار سے''

صرف اسی حرج کا اعتبار ہوگا جو روزانہ کے کام کاج اور عبادات کے معمول میں داخل نہ ہو۔ مثلاً سفر انسان کے روزانہ کام کاج میں داخل نہیں ہوتا لہٰذا سفر میں غیر معمولی حرج سے بچانے کے لیے موزوں پر مسح کی اجازت دی گئی ہے اور نماز کی جماعت ترک کی جا سکتی ہے۔

اسلام کی نظر میں اصل چیز زندگی میں عدل وتوازن ہے، اس لیے ''الحرج مرفوع'' کے اصول کو اگر ہر حالت میں اور ہر صورت میں اختیار کیا گیا تو یہ خواہشات کی پیروی ہوگی اور اگر ہر حالت اور ہر صورت میں ترک کیا گیا تو بجائے خود حرج کی کیفیت ہوگی چنانچہ اس سلسلے میں اعتدال کی راہ یہ ہے کہ جن صورتوں میں انسان کو عادۃ بعض تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کو حرج نہ سمجھا جائے۔ مثلاً سردیوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے سے غیر معمولی حرج کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جس کا انسان عموماً عادی نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں تیمم کی اجازت دی گئی ہے۔[3]

۱۔ الشاطبی، الموافقات، المسألة الحادية عشرة، ص: ۱۵۹

۲۔ عرفانی، عبد المالک، اسلامی نظریہ ضرورت، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔ اشاعت اول، ۲۰۰۰ء، ص: ۱۱۷۔۱۱۵

۳۔ امینی، مولانا محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر۔ قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی۔ اشاعت دوم، ۱۹۹۱ء، ص: ۲۶۱

فقہاء نے ایسے حرج اور مشقت کی پہچان کے لیے جن کے سمجھنے میں عام نظریں دھوکا کھاتی ہیں [illegible] مقرر کیے ہیں۔ مثلاً کام میں جو مشقت اور تنگی ہوتی ہے۔ اس کے تین درجے کیے جائیں۔

۱۔ ادنیٰ ۲۔ اوسط ۳۔ اعلیٰ

ادنیٰ یہ کہ اگر اس میں کچھ تھوڑی کمی ہو جائے تو وہ نفس مشقت کے زمرہ سے خارج ہو جائے اور [illegible] دونوں کے درمیانی ظاہر نظر میں اعلیٰ مشقت غیر عادت والی کے زمرہ میں آ سکتی ہے کیونکہ دونوں میں [illegible] رہتا ہے۔ اس کے باوجود فقہاء اس کو معتادت (عادت والی) ہی میں شمار کرتے ہیں اور رخصت و سہولت [illegible] نہیں دیتے ہیں۔ (۱)

ب۔ قلّت تکلیف

یہ مرکب ہے، قلّت ، تکلیف

قلت : القِلَّة: کمی ،ضدہ ، الکثرۃ (۲)

جمع تکالیف: مشقتیں (۳)

التکلیف: من تکلف، تعرض لما یعنیه

الامر: تجشمه، علی مشقة والشئ حمله علیٰ نفسه ولیس عن عادته.

(التکلیف) ما لأمر: فرضه علی من یستطیع أن یقوم به. وأمر التکلیف أمر بصدر من

۱۔ امینی، مولانا محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر۔ قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی۔ اشاعت دوم، ۱۹۹۱ء، ص: ۲۶۱

۲۔ کیرانوی، مولانا وحید الزمان، قاسمی، قاموس الوحید، (ادارہ اسلامیات) لاہور۔ ص: ۱۳۵۰

۳۔ ایضاً

تکلیف اسم مفرد ہے۔ تکالیف اس کی جمع آتی ہے

Act of Causing Trouble of laying a difficult matter upon one, troluble vexation (Ceremonies compliments)[2]

اصطلاحی تعریف:

جب کوئی کام کسی شخص کی قدرت میں ہو لیکن وہ اسے انجام دینے میں کافی مشکل محسوس کرے تو اسے تکلیف (مشقت) کہیں گے۔[3]

عموماً ایسی تکلیف جو روز مرّہ کے معمولات میں لاحق ہوتی ہے وہ مشقت (تکلیف) نہیں کہلاتی بلکہ اس سے بڑھ کر جو زائد تکلیف اٹھانا پڑے اسے مشقت کہتے ہیں۔ البتہ جن امور کو انجام دینا بندے کی طاقت سے باہر ہوں ان اعمال کا اسے مکلّف بنانا بھی تکلیف ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے ہر تکلیف کو شرعاً معتبر نہیں گردانا انسان جب چاہے اس کی راہیں نکال لے۔ بلکہ ہر ایک کے لیے فقہ میں اصول وضوابط مقرر اور حدود وقیود متعین ہیں۔ شریعت کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کی زندگی صاف ستھری گزرے ان میں خیالات وجذبات پر قابو پانے کی صلاحیت اور ذاتی اغراض ومفاد اور نفسیاتی خواہشات کو دبانے کی ہمت وطاقت پیدا ہو زندگی میں جوہر اسی وقت نمودار ہوسکتا ہے جب انسان کی حیوانی جبلت پر اخلاقی پابندیاں عائد ہوں اور ترک واختیار کے شرعی ضابطے مقرر ہوں۔ اس کے بغیر نہ انسان کی زندگی اچھی ہوسکتی ہے۔ اور نہ صالح معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ پھر یہ بھلا کیسے ممکن ہے کہ نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھنے کے لیے احکام وقوانین مقرر کیے جائیں اور ان میں انسان کو معمولی تکلیف اور مشقت بھی برداشت نہ کرنی پڑے اور جذبات وخواہشات کی حد بندی میں ہر جگہ تخفیف وسہولت ہو۔ جہاں تک نفس مشقت کا تعلق ہے۔ انسان کی زندگی کا کوئی شعبہ اس سے خالی نہیں حتیٰ کہ خورد ونوش جیسے معمولات زندگی میں بھی مشقت پائی جاتی ہے۔ لہٰذا شرعی احکام وقوانین میں بالکلیہ مشقت کی نفی ممکن نہیں۔[4]

۱۔ قاموس العربی النکلیزی، مکتبہ لبنان، بیروت. ص: ۱۱ ۴
۲۔ ایضاً، ص: ۲۱۲
۳۔ الشاطبی، الموافقات، ص: ۱۱۹/۲
۴۔ امینی، مولانا محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص: ۳۲۵ تا ۳۲۷

ثابت ہو، اس میں تخفیف وسہولت کی راہیں نکالی جاتی ہیں۔فقہاء اسے غیر عادی یعنی (خارج از عادت) مشقت سے تعبیر کرتے ہیں۔[1]

ایسی مشقت (تکلیف) کی پہچان یہ ہے کہ:

ان کان العمل يؤدى الدوام عليه الى الانقطاع عنه او ماله او حال من احواله فالمشقة هنا خارجة عن المعتاد: وان لم يكن فيها شي من دونک فی الغالب فلا يعد في العادة مشقة[2]

''اگر کسی عمل کو دائمی طور پر انجام دینا مشکل ہو کہ ایسا کرنے سے بالآخر وہ عمل چھوٹ جائے یا ناقص ہوجائے یا اس کو انجام دینے کی جان ، مال یا اس کی حالت میں تغیر واقع ہو جائے۔ تو اس قسم کی مشقت (تکلیف) خارج از عادت اور غیر معمولی مشقت (تکلیف) قرار پائے گی۔ جو مشقت ایسی نہ ہووہ عادتاً مشقت نہیں سمجھی جائے گی''۔

یعنی جو شرعی احکام ایسے ہوں جن پر ہمیشہ عمل کرنے سے بندے کا جانی ومالی نقصان ہوتا ہو یا اس کی حالت میں تغیر پیدا ہوتو اس قسم کی مشقت (تکلیف) تخفیف وسہولت کی طالب ہے اور جو احکام ایسے نہ ہوں وہ مشقت کے ذیل میں نہیں آئیں گے اور نہ ان میں تخفیف وسہولت کی گنجائش ہے۔[3]

تکلیف (مشقت) کی اقسام اور درجات

تکلیف کی دو اقسام ہیں:

۱۔ حقیقی مشقت ۲۔ وہمی مشقت

۱۔ **حقیقی مشقت:** سے مراد ایسی مشقت ہے جو یا تو واقعی موجود ہو یا تجربہ کار اور مستند طبیب کی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے ظن غالب ہو کہ واقع ہو جائے گی، مثلاً ایک شخص سفر میں ہے تو اپنے آپ کو تکلیف میں محسوس کرتے ہوئے روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ یا مریض ہے اور تجربہ کار اور مستند طبیب کی رائے کے مطابق اسے غالب گمان ہو

۱۔ امینی ،مولانا تقی ، فقہ اسلامی کا تاریخ پس منظر ،ص: ۳۲۵ تا ۳۲۷

۲۔ الشاطبی، الموافقات،ص:۱۲۳/۲

۳۔ امینی ،مولانا تقی ، فقہ اسلامی کا تاریخ پس منظر ،ص: ۳۲۸

کی طرف سے دی گئی رخصت وسہولت سے فائدہ اٹھانا جائز ہوگا۔

۲۔ **وہمی تکلیف**: یہ ہے کہ شارع نے جن اسباب اور علتوں کا اعتبار کر کے رخصت اور سہولت مہیا کی ہے وہ عادتاً تو موجود ہوں لیکن فی الحال نہ پائی جارہی ہیں۔ ایسی صورت میں ان کا اعتبار نہ ہوگا اور ان کی وجہ سے رخصت وسہولت کی اجازت نہیں ہوگی مثلاً ایک شخص کو باری کا بخار آتا ہے باری کے دن اس وقت تک رخصت کا مستحق نہیں ہوگا جب تک بخار شروع نہ ہو جائے اسی طرح عورتوں کے ہر ماہ مخصوص دنوں میں اس وقت تک رخصت اور تخفیف کے احکام لاگو نہ ہوں گے جب تک کہ حقیقتاً حیض کی علامت ظاہر نہ ہو جائے۔

مشقت (تکلیف) کے درجات

تکلیف کے درجات یہ ہیں:

۱۔ سب سے شدید درجہ یہ ہے کہ کسی حکم پر عمل کرنے سے انسان کو اتنی مشقت برداشت کرنی پڑے کہ اس سے جان یا کسی عضو کو نقصان پہنچے یا عضو کی حقیقی منفعت زائل ہونے کا اندیشہ ہو۔

۲۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ حکم پر عمل کرنے سے معمولی اور ہلکی پھلکی تکلیف ہو۔ مثلاً سر یا کسی عضو میں معمولی درد ہو۔[۲]

۳۔ درمیانی درجہ یہ ہے کہ حکم پر عمل کرنے سے اتنی تکلیف برداشت کرنی پڑے جو ان دونوں کے درمیان ہو مثلاً مرض کی حالت روزہ رکھنے سے مرض بڑھ جائے یا دیر میں اچھا ہونے کا اندیشہ ہو۔ ان تینوں درجوں میں اونچے اور درمیانی درجہ کی حالت ایسی شرعی مشقت (تکلیف) ہے جو رخصت اور سہولت سے پیدا کرتی ہے۔ ادنیٰ درجے میں رخصت کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اس درجے کی خفیف مضرت سے زیادہ بہتر اور مصلحت ہے جو حکم پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔[۳]

لہٰذا ایسی مشقت شرعاً قابلِ اعتبار نہیں۔

مشقت سہولت لاتی ہے جب کسی حکم میں مشقت کا سامنا کرنا پڑے تو شریعت اسلامیہ تخفیف سہولت و آسانی مہیا کرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اہم خصوصیت قرآن حکیم میں یہ بیان ہوئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ امینی، مولانا محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخ پس منظر، ص: ۳۳۱۔۳۳۰

۲۔ السیوطی، الاشباہ والنظائر، ص: ۸۰

۳۔ ایضاً، ص: ۸۱

کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید :

﴿یضع علیھم اصرھم والأغلالُ التی کانت علیھم﴾(۱)

ترجمہ: ''(اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم) وہ بوجھ ان پر سے اتارتا ہے۔ جس کے نیچے وہ دبے ہیں۔ اور ان زنجیروں سے نجات دلاتا ہے جن میں وہ گرفتار ہیں''۔(۲)

ارشاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''یسّرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا''(۳)

''نرمی کا برتاؤ کرنا سختی نہ کرنا اور ان کو خوشخبری سنانا، نفرت پیدا کرنے والی باتوں سے بچنا اور خوش دلی سے آپس کا اتفاق قائم رکھنا''

اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مشقت کی صورت میں آسانی مہیا کرنے کے اس عمل کو فقہاء نے ان لفظوں میں ایک کلیہ کی حیثیت دے دی ہے۔

المشقة تجلب التیسیر (۴)

''مشقت آسانی لاتی ہے''۔

ج. التدریج

لغوی معنی: تدریج، بروزن تفعیل

مادّہ: درّج

لغت: درجے مقرر کرنا۔ درجہ بدرجہ کرنا۔(۵)

۱۔ الاعراف: ۱۵۷

۲۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، حذیفہ اکیڈمی، لاہور۔ص: ۲/۲۲۱

۳۔ البخاری، صحیح بخاری، کتاب المغازی، ح: ۱۳۰۰

۴۔ السیوطی، الاشباہ والنظائر، ص: ۷۶

۵۔ کیرانوی، مولانا وحید الزمان قاسمی، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، لاہور۔ص: ۵۱۵

یہ مشاہدہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے کہ قرآنی احکام اچانک نازل ہونے کے بجائے بتدریج نازل ہوئے پہلے کسی معاملے کے بارے میں خفیف سا اشارہ دیا گیا پھر اس کے بارے میں ایک نرم سا حکم نازل کیا گیا تاکہ انسان معاملہ کی اہمیت کو اپنے ذہن میں اجاگر کرلیں حتی کہ اس معاملہ کے بارے میں واضح حکم نازل کرکے مسلمانوں کو رستہ دکھا دیا گیا۔ اس طریق کار کو فقہی طریق کار کہتے ہیں۔

تدریج کی تائید قرآن پاک کے ان الفاظ میں ہوتی ہے۔

وقال الذین کفروا لولا نزل علیه القرآن جملة واحدة کذلک لنثبت به فؤادک ورتلنه تَرْتِیْلاً ولا یأتونک بمثل اِلَّا جِئْنٰکَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا(۱)

''اور منکرین کہتے ہیں: ''اس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار گیا؟ ہاں ایسا اس لیے کیا گیا کہ اس کو اچھی طرح تمہارے ذہن نشین کرتے رہیں اور (اسی غرض کے لیے اس کو ایک خاص ترتیب سے الگ الگ اجزاء کی شکل دی ہے۔ اور (اس میں یہ مصلحت بھی ہے کہ جب کبھی وہ تمہارے سامنے کوئی نرالی بات (یا عجیب سوال) لے کر آئے، اس کا ٹھیک جواب بروقت ہم نے تمہیں دے دیا اور بہترین طریقے سے بات کھول دی ہے''۔ (۲)

اس آیت میں تدریج کے جس اصول کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اسے ذرا وضاحت سے یوں بیان فرمایا ہے۔ سب سے پہلے وہ سورۃ نازل ہوئی جس میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ لوگ اسلام کی طرف مائل ہوگئے تو حلال اور حرام کی آیات نازل ہوئیں۔ اگر یہ آیات پہلے نازل ہو جاتیں کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے ہیں کہ ہم شراب نہیں چھوڑیں گے اور اگر یہ آیت نازل ہوتی کہ زنا، نہ کرو تو لوگ کہتے ہیں کہ ہم زنا نہیں چھوڑیں گے۔

انسانی نفسیات کی ترجمانی:

تدریج کا اصول انسانی مزاج کے عین مطابق ہے، کسی مبتدی کو کوئی زبان سکھائی جائے۔ تو سب سے پہلے اسے حروف تہجی سکھائے جاتے ہیں۔ ان کی پہچان کے بعد ان کو ملا کر الفاظ کی ساخت بنائی جاتی ہے۔ جب وہ الفاظ کی پہچان کر لیتا ہے۔ تب اسے جملہ بندی کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ حتی کہ وہ ادب وانشاء کے دقیق مسائل سیکھ لیتا ہے۔ یہی اصول قرآن حکیم میں اپنے احکام کے نازل کرنے میں اختیار فرمایا ہے۔

۱۔ الفرقان: ۳۲، ۳۳

۲۔ بریلوی، امام احمد رضا خان، کنز الایمان ترجمہ القرآن، پاک کمپنی، لاہور۔ ص: ۲۵۲

نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اندر سے ابھرتا ہے اور ہر بن منہ سے رس رس کر نکلتا ہے اور وہی قانون کامیاب ہوتا ہے۔ جو انسان کی فطرت اور تربیت یافتہ رجحانات سے موافقت رکھتا ہے۔ تکمیل شریعت کا یہ پہلو بھی تکمیلی حیثیت رکھتا ہے۔ (۱)

ان اللہ لم یدع شیئا من الکرامة والبر الا اعطا ھذہ الامة ومن کرامتہ واحسانہ انہ لم یوجب علیھم الشرائع دفعة واحدة ولکن اوجب علیھم مرة بعد مرة(۲)

ترجمہ: ''فضیلت اور کرامت کی کوئی ایسی بات نہیں رہی جسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا نہ فرمائی ہو۔ یہ بھی اس کا فضل اور احسان ہے۔ کہ شرائع نے احکام کو اس نے ایک ہی دفعہ نہیں اتارا۔ بلکہ یکے بعد دیگرے رفتہ رفتہ واجب کیا۔''

اس سلسلہ میں حضرت عائشہؓ کی یہ تصریح نہایت وقیع اور دلیل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

انما نزل اوّل مانزل سورة من المفصل فیھا ذکر الجنة والنار حتی اذا ثاب الناس الی الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزّل اوّل مانزل لاتشربوا لخمر لقالوا لاندع الخمر ابداً(۳)

ترجمہ: پہلے مفصل (سورہ حجرات سے آخر قرآن تک) کی وہ سورت نازل ہوئی جس میں جنت ودوزخ (ترغیب وترہیب) کا ذکر ہے۔ پھر جب لوگ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہوگئے تو پھر حلال اور حرام کے احکام نازل ہوئے۔ مثلاً شراب نہ پینے کا حکم اگر اوّل ہی دن سے نازل ہوتا تو لوگ یہ کہتے کہ ہم کبھی شراب نہ چھوڑیں گے۔ اسی طرح ابتداء میں زنا چھوڑنے کا حکم نازل ہوتا تو لوگ کہہ اٹھتے کہ ہم اس سے ہرگز باز نہ آئیں گے۔

اس طریق کار کا یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ قانون کے اجراء میں تدریجی طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے اور زیادہ زور تعلیم وتربیت وذہنی فضاء ہموار ہوتی جائے، زندگی کے مختلف گوشوں میں شرعی قوانین کا نفاذ ہوتا رہے۔

۱۔ امینی، مولانا محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص:۶۷۲

۲۔ قرطبی، ص:۳/۵۲

۳۔ البخاری، ج۲، باب تالیف القرآن

خلاصہ باب الاوّل

☆ تیسیر بروزن تفعیل ہے۔اس کے لغوی معنی آسانی کے ہیں۔جبکہ اصطلاحی معنی سے مراد ہے کہ اسلام نے ایسے فقہی اصول متعارف کرائے ہیں جو فطرتِ اانسانی کے عین مطابق ہیں اور انسانی زندگی کے تمام پہلو میں تخفیف اور وسعت کا باعث بنتے ہیں۔

☆ اسلام مکمل دین ہے۔حیات و ما بعد الحیات کیلئے کامل راہنمائی فراہم کرتا ہے۔اور معاملات میں میانہ روی اور حسن کا سبب بنتا ہے۔اور اسلام نہ صرف اجتماعی زندگی کیلئے اصول وقوانین وضع کئے ہیں بلکہ انفرادی زندگی کیلئے بھی بھرپور راہنمائی مہیا کی ہے۔

☆ زندگی کے انفرادی اور اجتماعی پہلو میں آسانی فراہم کرنے کے لیے اسلام نے قرآن میں تین بنیادی اصول متعارف کرائے ہیں۔

۱۔ عدمِ حرج ۲۔ قلت تکلیف ۳۔ التدریج

☆ عدمِ حرف سے مراد تنگی اور تکلیف کو دور کرنا ہے۔یعنی اسلام نے اُمتِ مسلمہ کو وضع قانون میں فقہی مسائل کے اخذ واستنباط کیلئے بنیادی کاسیہ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

﴿مَایرِیدُاللّٰہ لِیَجعَل عَلَیکُم مِن حَرَجٍ وَلٰکِن یُرِیدُلِیُطَھِرکُم وَلِیُتِمَ نِعمَتَ عَلَیکم﴾[1]

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے ،اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے''

☆ اسلام نے دفع حرج کی شرائط پر گہری روشنی ڈالی ہے۔اور پھر حرج کے ازالے کے لیے اصول وضع کئے ہیں۔تاکہ رہنمائی میں کسی قسم کی تشنگی نہ رہ جائے۔

☆ دوسرا اصل قلتِ تکلیف کی صورت میں متعارف کرایا گیا ہے۔قلتِ تکلیف مراد ''ایسا فعل جو کسی شخص کی استطاعت سے زیادہ ہو اور اس فعل کو بجانا لانا اُس کیلئے کافی مشکل ہو۔

---

۱. المائدہ:۶

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ''وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان پر سے بوجھ اتارتے ہیں جس کے نیچے یہ دبے ہوئے ہیں۔اور زنجیروں سے نجات دلاتا ہے جن میں وہ گرفتار ہیں''۔

☆ التدریج سے مراد درجہ بدرجہ یعنی اسلام میں یک بارگی کے بجائے آہستہ آہستہ اور تدریج کے ساتھ احکام کو رائج اور نافذ کیا گیا ہے۔اس کی سب سے نزولِ قرآن ہے جو کہ تئیس سال کے عرصہ میں تدریجاً بوقتِ ضرورت نازل ہوا۔

تدریج کا اصول انسانی نفسیات کے عین مطابق ہے۔کیونکہ انسان نفسیاتی طور پر مختلف امور کو تدریجاً تسلیم کرتا ہے۔

۱۔ الاعراف:۱۵۸

باب دوم

اصولِ تیسیر ازروئے قرآن والسنۃ، فقہاء کی آراء

فصل اوّل: اصولِ تیسیر وامثلہ فی القرآن

فصل دوم: اصولِ تیسیر وامثلہ فی السنۃ

فصل سوم: اصولِ تیسیر فقہاء کی آراء میں

فصل اوّل

اصولِ تیسیر وامثلہ فی القرآن

اصولِ تیسیر وامثلہ فی القرآن

۱۔ ﴿یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر﴾(۱)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے سختی نہیں کرنا چاہتا ہے۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے۔غرض اسلامی نظریۂ حیات میں تمام عبادات ایسی ہیں کہ جس دل میں ان کا صحیح ذوق پیدا ہو جائے، اسے شعور ملتا ہے کہ وہ پوری زندگی کے معاملات میں نرم رویہ اختیار کرے۔سختی نہ کرے۔اس کے نتیجے میں ایک مسلمان کی زندگی میں سادگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کی زندگی پاک ہو جاتی ہے۔اس میں کوئی تکلف نہیں ہوتا۔عملی زندگی کے پورے معاملات ایک سہل رواں کی طرح جاری وساری ہیں۔اور ہر جگہ یہ شعور مومن کے ساتھ ہوتا ہے۔(۲)

۲۔ ﴿ماجعل علیکم فی الدین من حرج﴾(۳)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے دین کے معاملہ میں تمہارے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے''

تشریح: اللہ کا فرمان ہے کہ کرامت محمدیہ کو دیگر امتوں پر شرافت وکرامت عزت وبزرگی عطا فرمائی کامل رسول اور کامل شریعت سے تمہیں سرفراز کیا تمہیں آسان، سہیل اور عمدہ دین دیا۔ وہ احکام تم پر نہ رکھے وہ سختی تم پر نہ کی اور وہ بوجھ تم پر نہ ڈالے جو تمہارے لیے ممکن نہ ہو۔ جو تم پر گراں گزریں جنہیں تم بجا نہ لاسکو۔ اسلام کے بعد سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ تاکید والا رکن نماز ہے۔ اگر گھر میں آرام سے بیٹھے ہیں تو چار رکعت فرض اور پھر اگر سفر ہو تو وہ بھی دو ہی رکعتیں رہ جائیں اور خوف میں تو حدیث کے مطابق صرف ایک ہی رکعت وہ بھی سواری پر ہو تو اور اگر پیدل ہو تو رو بقبلہ ہو کر پڑھیں۔ پھر نماز کا قیام بھی بوجہ بیماری کے معاف ہو جاتا ہے۔ مریض بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹے لیٹے ادا کریں۔ اسی طرح اور فرائض اور واجبات کو دیکھو کہ کس قدر ان میں اللہ تعالیٰ نے آسانیاں رکھی ہیں۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

۱۔ البقرۃ: ۱۸۵

۲۔ کیلانی، مولانا عبدالرحمٰن، تیسیر القرآن، مکتبۃ السلام لاہور۔ص: ۱/ ۲۰۳

۳۔ الحج: ۷۸

ترجمہ: ''حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسانی پیدا کرو اور سختی میں مبتلا نہ کرو۔ لوگوں کو خوشخبری دو اور ایسی باتیں نہ کرو جن سے نفرت پیدا ہو''

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں کہ:

''تمہارے دین میں کوئی سختی و تنگی نہیں ہے۔''(۲)

۳. ﴿ما یرید اللّٰہ لیجعل علیکم فی الدین من حرج وّلکن یرید لیطھر کم﴾(۳)

ترجمہ: ''اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں کسی دشواری میں مبتلا کرے بلکہ اس کا اصلی مقصد تمہیں پاک اور صاف کرنا ہے''

تشریح: دین میں آسانی، یعنی تمہاری مجبوریوں کا لحاظ رکھتے ہوئے تمہیں رخصتیں عطا کرتا ہے۔ مثلاً کسی مریض کو پانی کے استعمال سے تکلیف یا تکلیف کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو اسے خواہ حدث اصغر لاحق ہو یا حدث اکبر وہ وضو یا غسل کے بجائے تیمّم کرسکتا ہے۔ یا ایسا مسافر جس کو وضو یا غسل کے لیے پانی مل ہی نہ رہا ہو۔ اس کے لیے بھی یہی رعائت ہے۔(۴)

قلّت تکلیف ۔ امثلہ

﴿لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا﴾(۵)

ترجمہ: ''اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا ہے''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے اپنے قانونِ سزا وجزا کا کلیہ بیان فرما دیا ہے۔ یعنی جو کام کسی انسان کی استطاعت سے بڑھ کر ہیں ان پر انسان سے باز پرس نہیں ہوگی۔ باز پرس تو صرف اس بات پر ہوگی۔ جو انسان کے اختیار اور استطاعت میں ہو۔ اور جہاں انسان مجبور ہو جائے وہاں گرفت نہ ہو۔ مگر اس اختیار، استطاعت اور مقدرت کا فیصلہ انسان کو نیک نیتی سے کرنا چاہیے کیونکہ

۱۔ البخاری، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر
۲۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، حذیفہ اکیڈمی، ص: ۳/۴۴۳۔۴۴۴۔ لاہور
۳۔ المائدہ: ۱۰۶
۴۔ کیلانی، مولانا عبد الرحمٰن، تیسیر القرآن، مکتبۃ السلام لاہور۔ ص: ۱/۵۰۷
۵۔ البقرۃ: ۲۸۵

﴿یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الإنسان ضعیفا﴾(۲)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ تخفیف کا ارادہ فرماتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے''

احکامِ شریعہ میں انسانی کمزوریوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تمہارے لیے احکام میں تخفیف فرمائے یعنی آسانی فرمائے اور اس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ انسان کا ضعف اور انسان کی کمزوری اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ ان کمزوریوں کا احکام میں لحاظ رکھا ہے اور ایسے احکام دیئے ہیں۔ جو بندوں کی قدرت سے باہر نہ ہوں۔ (۳)

﴿ویضع عنھم اصرھم والا غلال التی کانت علیھم﴾(۴)

ترجمہ: ''اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں''
ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ بوجھ جو لوگوں کے دلوں پر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہلکا کرتے ہیں اور رواج کی جن زنجیروں میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہٹا دیتے ہیں اور وہ آسانی اور بخشش اور معافی لے کر آئے ہیں۔ (۵)

التدریج وامثلہ

﴿فیھا إثم کبیر وّمنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما﴾(٦)

ترجمہ: ''ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے فوائد ہیں۔ لیکن ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بہت بڑا ہے''۔

تفسیر/ تشریح: شراب کی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے بھی بعض سلیم طبعتیں اس کو گوارا نہیں کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں شراب کے متعلق حکم دیجئے۔ ﴿فانھامذھبة للعقل ومسلبة للمال﴾ یہ عقل زائل کرنے

ا۔ کیلانی، مولانا عبد الرحمٰن، تیسیر القرآن۔ ص: ۲۴۲/۱۔
۲۔ النساء: ۲۸
۳۔ انوار البیان فی کشف اسرار القرآن، ص: ۲۲۳/۲
۴۔ الاعراف: ۱۵۷
۵۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، حذیفہ اکیڈمی، لاہور۔ ص: ۲۲۱/۲
٦۔ البقرۃ: ۲۱۹

بعض پیتے رہے۔ کیونکہ اس میں صراحۃ روکا نہیں گیا۔

یعنی یہ درست ہے کہ شراب سے عارضی سرور اور جوئے سے بغیر محنت ومشقت کے دولت مل جاتی ہے لیکن ان کے نقصانات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کے سامنے اس نفع قلیل کی کوئی اہمیت نہیں رہتی ہے۔[1]

حرمت شراب کا دوسرا حکم:

﴿یا ایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون﴾[2]

ترجمہ: ''مسلمانو! نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ تم جو کچھ کہتے ہو۔ اس کو جان سکو''

تفسیر: عرب میں شراب کا استعمال عام تھا اگر اسے یک لخت حرام کردیا جاتا تو مسلمان بڑی مشکل میں مبتلا ہو جائے۔ اس لیے حکیم وعلیم خدا نے اس کی حرمت کے احکام تدریجاً نازل فرمائے۔ ابتداء میں تو صرف اتنا اشارہ کردیا۔ کہ یہ مضر اور نقصان دہ چیز ہے۔ اس سے بعض لطیف طبائع نے شراب چھوڑ دی۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ جس میں اوقات نماز میں شراب کی ممانعت کردی گئی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ دن میں شراب کا استعمال بند ہوگیا۔ عشاء کی نماز کے بعد لوگ اس سے شغل کرتے کچھ مدت کے بعد شراب کا قطعی حکم نازل ہوا۔

آیت کا شانِ نزول:

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک روز حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے ہاں کئی صحابہ مدعو تھے کھانے کے بعد دورِ شراب چلا جب وہ اس کے نشہ سے جھوم رہے تھے۔ تو مغرب کی نماز کا وقت آگیا۔ ایک صاحب امامت کے لیے آگے بڑھے اور اتفاق سے سورۃ الکافرون پڑھنا شروع کردی اور بے ہوشی میں ﴿لا اعبد ماتعبدون﴾ کی جگہ ﴿اعبد ما تعبدون﴾ پڑھ گئے۔ جس سے معنی بالکل بدل گئے اس وقت پر آیت نازل ہوئی اور نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا''۔[3]

۱۔ شاہ، پیر محمد کرم، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز۔ لاہور، ص: ۱/ ۱۴۹، ۱۵۰

۲۔ النساء: ۴۳

۳۔ شاہ، پیر محمد کرم، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز۔ لاہور۔ ص: ۱/ ۳۴۷

اس کے بعد تصریح کے ساتھ ممانعت کا قطعی حکم دیا۔

﴿یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون﴾[1]

ترجمہ: ''مسلمانو! شراب، جواء بت اور جوئے کے تیر روحانی ناپاکی اور شیطان کے کام ہیں اس لیے ان سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ، شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے میں تمہارے درمیان عداوت ڈال دے اور تم کو خدا کے ذکر اور نماز سے روک دے، تو کیا تم ان سے باز آؤ گے۔''

عرب میں شراب کا عام رواج تھا۔ گنتی کے چند آدمیوں کے علاوہ سب اس کے متوالے تھے شراب چونکہ جسمانی اور روحانی بیماریوں کا سبب، اخلاقی اور معاشی خرابیوں کی جڑ اور فتنہ وفساد کی علت ہے۔ اسلام کے پاکیزہ نظام حیات میں اس کی کیوں کر گنجائش ہوسکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قطعی حرام کر دیا۔ لیکن حرمت کا حکم آہستہ آہستہ اور تدریجاً نازل ہوا۔ تاکہ لوگوں کو اس پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ میں اتنا کہنے پر اکتفاء کیا گیا کہ ﴿فیھما اثم کبیر ومنافع للناس﴾ اس کے کچھ عرصے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ﴿ولا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری﴾ کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو۔ یہ آیات اس آخری حکم کا پیش خیمہ تھیں اگرچہ شراب کی حرمت کا صراحتہً ان میں ذکر نہ تھا۔ لیکن کئی سلیم طبیعتوں نے اسی وقت سے شراب چھوڑ دی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارگاہ الٰہی میں اس کی قطعی حرمت کے لیے التجائیں کیا کرتے تھے۔ عرض کرتے ﴿اللھم بین لنا بیاناً شافیاً﴾ اس اثنا میں چند ایسے واقعات بھی رونما ہوئے جس سے شراب پینے کے مفاسد اور نقصانات کا صحابہ کرام کو زیادہ سے زیادہ احساس ہونے لگا۔ جب ایمان پختہ ہوگئے۔ تعلیمات اسلامیہ قلب وروح کی گہرائیوں میں بس گئیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کے سامنے سرخم تسلیم کرنے کی عادت بن گئی۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خادم کو حکم دیا کہ مدینہ کے گلی کوچوں میں پھر کر بلند آواز سے ان آیات کا اعلان کرے۔ جب وہ منادی کرنے والا اعلان کرنے نکلا تو کئی جگہ شراب کی محفلیں آراستہ تھی۔ میخوار جمع تھے۔ پیالے گردش میں تھے۔ جونہی کان میں ﴿ھل انتم منتھون﴾ کی آواز پہنچی ہاتھوں پر رکھے ہوئے پیالے زمین پر پٹخ دیئے گئے۔[2]

۱۔ المائدہ: ۹۰

۲۔ شاہ، پیر محمد کرم، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، لاہور۔ ص:۱/ ۵۰۷

فصل دوم

اصول تیسیر و امثلہ فی السنۃ

الف۔ اصل اوّل: عدمِ حرج۔ امثلہ فی السنۃ

ب۔ اصل دوم: قلت تکلیف۔ امثلہ فی السنۃ

ج۔ اصل سوم: التدریج۔ امثلہ فی السنۃ

الف۔ اصل اول: عدم حرج اور امثلہ فی السنۃ

قرآن مجید اسلامی نظام حیات میں ایک دستور کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ اس دستور کی تشریح سنت رسول آخر الزمان کی صورت میں دی گئی ہے۔ عدم حرج فقہی اصول میں سے ایک اصول ہے اور اس کی سنت میں بہت سے مثالیں ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

(۱) "یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا وتطاوعوا ولا تختلفاً" (۱)

ترجمہ: "آسانی کرنا مشکل نہ ڈالنا، رغبت دلانا نفرت نہ دلانا، موافقت کے جذبہ کو فروغ دینا، اختلاف نہ کرنا"

(۲) احب الدین الی اللّٰہ الحنیفیۃ السمحۃ (۲)

ترجمہ: "اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین حنفی ہے جو آسان ہے۔

کعبہ کے ایک حصہ (حطیم) کو خانہ کعبہ کے ساتھ شامل نہ کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے حضرت عائشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۳) لو لاحدثان قومک بالکفر لنقضت الکعبۃ وبنیتھا علی اساس ابراھیم (۳)

ترجمہ: "اگر تیری قوم نئی نئی کفر سے اسلام میں نہ داخل ہوئی ہوتی تو میں کعبہ کو توڑ کر اساس ابراہیم پر اس کو بناتا اور حطیم کو اس میں شامل کرتا"۔

ب۔ اصل دوم قلتِ تکلیف۔ امثلہ فی السنۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمودات سے مذکورہ اصول کی تائید ہوتی ہے۔ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحد حدوداً فلا تعتدوھا وحرم اشیاء فلا تنتھکوھا وسکت عن اشیاء رحمۃ لکم من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا (۴)

ترجمہ: "اللہ نے فرائض مقرر کیے ہیں ان کو ضائع نہ کرو حدود مقرر کر دیئے ہیں ان سے آگے نہ بڑھو۔ جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان کی پردہ دری نہ کرو اور جن چیزوں سے بغیر بھولے ہوئے خاموشی اختیار کی

۱۔ صحیح مسلم، امام مسلم، باب ماعلی الولاۃ من التیسیر۔
۲۔ بخاری ومسلم باب الدین یسر، کتاب الإیمان۔
۳۔ صحیح مسلم، باب نقض الکعبۃ وبنائھا
۴۔ التبریزی،مولانا محمد خطیب ،المشکوۃ، کتاب الاعتصام۔

ایک جگہ آسانی اور سہولت کے ضمن میں ہے:

"انما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على انبيائهم"(۱)

ترجمہ: "تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ اپنے کثرت سوالات (مسائل) اور اپنے انبیاء سے اختلاف کرنے کی بناء پر ہلاک ہوئے۔"

(۳) ان الدين يسرو لن يشاد الدين احد الا غلبه(۲)

ترجمہ: "دین آسان ہے لیکن سوائے اس کے جو شخص دین میں مبالغہ کرتا ہے"۔

ج۔ اصلِ سوم التدریج۔ امثلہ فی السنۃ

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

ان الله لم يدع شيئا من الكرامة والبر الا اعطا هذه الامة ومن كرامته واحسانه انه لم يوجب عليهم الشرائع دفعة واحدة ولكن اوجب عليهم مرة بعد مرة.(۳)

ترجمہ: "فضیلت وکرامت کی کوئی بات ایسی نہیں رہی جسے اللہ تعالی نے اس امت کو عطا نہ فرمائی ہو۔ یہ کہ اس کا فضل واحسان ہے کہ شرائع (احکام) کو اس نے ایک ہی دفعہ میں نہیں اتارا بلکہ یکے بعد دیگرے رفتہ رفتہ واجب کیا۔

اس سلسلہ میں حضرت عائشہؓ کی یہ تصریح نہایت وقیع اور دلیل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

انما نزل اول ما نزل سورة من المفصل فيها ذكر الجنة والنار حتى اذا ثاب الناس الى الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزل اوّل ما نزل لا تشربوا الخمر لقالوا لا ندع الخمر ابدا ولو نزل لا تزنوا لقالوا لا ندع الزنا ابداً(۴)

ترجمہ: "پہلے مفصل (سورۃ حجرات سے آخر قرآن تک) کی وہ سورت نازل ہوئی، جس میں جنت و دوزخ (ترغیب وترہیب) کا ذکر ہے۔ پھر جب لوگ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہوگئے تو پھر حلال

۱۔ مسلم، صحیح مسلم، الکلام علی قولہ تعالیٰ لا تسئلوا۔
۲۔ بخاری، صحیح بخاری، باب قصد العمل
۳۔ بخاری، صحیح بخاری، باب تالیف القرآن، ج ۲
۴۔ بخاری، صحیح بخاری، باب تالیف القرآن، ج ۲

کہ ہم کبھی شراب نہ چھوڑیں گے۔ اسی طرح ابتداء میں زنا چھوڑنے کا حکم نازل ہوتا تو لوگ کہہ اٹھتے کہ ہم اس سے ہرگز باز نہ آئیں گے"۔

اس طریق کار سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ قانون کے اجراء میں تدریجی طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے اور زیادہ زور تعلیم وتربیت (ذہنی فضا ہموار کرنے) پر دینا چاہیے۔ نیز ابتدائی مرحلہ میں قوانین کم ہونے چاہئیں کہ آسانی کے ساتھ ان کا علم حاصل کیا جاسکے اور عمل میں دشواری نہ ہو، پھر جیسی جیسی فضاء ہموار ہوتی جائے۔ زندگی کے مختلف گوشوں میں شرعی قوانین کا نفاذ ہوتا رہے۔(۱)

۱۔ امینی، مولانا محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص: ۷۷

فصل سوم

اصولِ تیسیر فقہاء کی آراء میں

ا۔ عدمِ حراج

ب۔ قلّتِ مشقت

ج۔ التدریج

اصولِ تیسیر فقہاء کی آراء میں

قرآن وسنت میں درج ذیل امثلہ، اصول تیسیر سے پیش آمدہ مسائل کا حل دریافت کرنا فقہ کا بنیادی مقصد ہے۔ احکام میں ان بنیادی ذرائع سے فقہی احکام میں سہولت اور آسانی پیدا ہوتی ہے اور اس بناء پر محض استدلال کے لیے کسی اور ذریعے کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہ تھی۔

اصول تیسیر (عدم حرج، تکلیف، التدریج) کے سلسلے میں دیکھنے کی ضرورت صرف اس لیے ہے کہ دیکھا جائے کہ قرآن وسنت اور صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہونے والے اصول تیسیر کا دائرہ فقہاء نے کس طرح وسیع کیا ہے اور منصوص مسائل کیسے مجتہد فیہ مسائل تک پھیل گئے فقہاء کے اس عمل نے اسلامی قانون کو ہر زمانے میں چند تغیر پذیر آسان اور قابل عمل ثابت کیا ہے۔

عدم حرج:

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ دین میں تنگی نہ ہونے کا کیا مطلب ہے جبکہ ہم اپنی خواہشات ومرغوبات سے روک دیئے گئے ہیں انہوں نے فرمایا تنگی نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قدیم قوموں کے لیے (ان کے مناسب حال) جو سخت احکام مقرر کیے گئے تھے۔ ویسے سخت احکام اس امت کے لیے نہیں کیے گئے ہیں۔(۱)

انما ذلک سعة الاسلام ماجعل اللہ من التوبة والکفارات(۲)

''یہ اسلام کی اس وسعت کا بیان ہے۔ جو اللہ نے توبہ اور کفارہ کی شکل میں تدارک کی صورتیں مقرر کیں ہیں''

حضرت عبداللہ بن عباس کی ان توضیحات سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

۱۔ دین میں سخت قسم کے احکام (تنگی والے) نہیں ہیں۔

۲۔ انسانی کمزوری اور سماجی خرابی کی وجہ سے اگر احکام سخت معلوم ہوتے ہیں تو ان میں وسعت کی مختلف صورتیں ہیں۔

۱۔ امینی، محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیوٹ لمٹیڈ لاہور) ص:۳۰۲

۲۔ الشاطبی، ابو اسحاق ابراهیم، الموافقات، المسألة الثانية عشرة مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور، ص [illegible]

وضعفه حتى اذا استقلت صحته هياء له طريقاً فى التدبير وسطا لائقا له فى جميع احوله"[1]

"ایسی شریعت کا کردار ایک شفیق طبیب کی طرح ہے جو مریض کی حالت، عادت، مرض کی قوت اور ضعف کے تقاضے کے مطابق مریض کو مرض کی اصلاح پر آمادہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب مریض کی صحت مستقل ہو جاتی ہے تو اس کے لیے ایک ایسا معتدل لائحہ عمل تجویز کر دیتا ہے۔ جو اس کی تمام حالتوں کے مناسب ہوتا ہے"

درج بالا عبارت سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں عدمِ حرج کا نظریہ کس قدر مضبوط بنیادوں پر استوار ہے۔

جس طرح ایک ماہر طبیب اپنے مریض پر تنگی نہیں آنے دیتا اسی طرح شریعت نے بھی اس بات کا خاص خیال رکھا ہے۔ جیسا کہ فقہاء لکھتے ہیں۔

وعلى نحو من هذا الترتيب يجرى الطبيب الماهر ابتداء على ما يقتضيه الاعتدال فى توافق مزاج المغتذى مع مزاج الغداء ويخبر من سأله عن بعض الما كولات اتى يجهلها المغتدى اهو غذاء ام سم ام غير ذلك فاذا اصابته علة بانحراف بعض الاخلاط قابله فى معالجة على مقتضى انحرافه فى الجانب الاخر ليرجع الى الاعتدال وهو المزاج الاصلى والصحة المطلوب.[2]

ایک ماہر طبیب غذاؤں کے بارے میں سوالات کے جواب میں ایسی ہی ترتیب پر عمل کرتا ہے جب وہ کسی شخص کے مزاج میں اعتدال وہم آہنگی پیدا کرنا چاہتا ہے چنانچہ وہ دیکھتا ہے کہ کسی شے کے استعمال سے بعض اخلاط منتشر ہو جاتے ہیں۔ اور ان سے مطلوبہ نتیجہ حاصل ہونے میں رکاوٹ پیدا ہوتی یا دیر لگتی ہے تو فوراً دوسری جانب رعایت سے اس کا توڑ کرتا ہے اور تقدیم اور تاخیر نیز کمی وبیشی کے مختلف طریقوں کے ذریعہ اعتدال وہم آہنگی کو واپس لاتا ہے۔ یہ اعتدال ہی انسان کا مزاج اصل ہے اور یہی مطلوبہ صحت ہے جس کے لیے مختلف مدارج سے گزرنا پڑتا ہے۔

مذکورہ نکتہ سمجھ لینے کے بعد بڑی حد تک احکام وقوانین میں "عدم حرج کی گتھی سلجھ سکتی ہے، نیز معاشرت وتمدن کے لیے پیدا شدہ مسائل کے حل میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے۔"

۱۔ الشاطبی، ابو اسحاق ابراهيم، الموافقات، المسألة الثانية عشرة مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور، ص [illegible]

۲۔ الشاطبی، ابو اسحاق ابراهيم، الموافقات، المسألة الثانية عشرة مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور، ص [illegible]

وہ مسائل جن میں واقعی ''حرج کی صورت پیدا ہوتی ہے اور ''الحرج مرفوع'' کے اصول کو عمل میں لانے کی ضرورت ہو ان کے بارے میں درج ذیل حد بندیاں اور پابندیاں ہیں۔[۱]

حرج کی درجہ بندی کرتے ہوئے فقہاء کہتے ہیں۔

''اصل الحرج الضيق فما كان من معتادات المشقات فی الاعمال المعتاد مثلها فليس بحرج لغة ولاشرعاً''۔[۲]

اس کی مزید تشریح یہ ہے:

كيف وهذا النوع من الحرج وضع لحكمة شرعية وهی التمحيص والاختيار حتی يظهر فی الشاهد ما علمه الله فی الغائب.[۳]

ترجمہ: ''ایسا (یعنی مطلقاً حرج سے گلو خلاصی) کیسے ہوسکتا ہے؟ کسی نہ کسی درجہ میں ''حرج کا ہونا تو شرعی حکمت میں داخل ہے، یعنی احکام وقوانین کے ذریعے انسان کی آزمائش ہو۔ مختلف کسوٹیوں پر اس کو آکسایا جائے تا کہ اس کی اندرونی چیزیں ابھر سامنے آئیں''۔

الشاطبی نے دین میں تنگی نہ ہونے کی حکمت یہ بتائی ہے کہ اس سے بندے کے جسم، عقل، مال یا حالت میں کوئی ضرر یا فساد واقع کرنے کا اندیشہ تھا۔[۴]

اسی بناء پر فقہا نے طے کیا ہے کہ جہاں کسی حکم کی بجا آوری میں تنگی پائی جائے گی وہاں تخفیف اور رخصت دے کر کے حرج کو دور کیا جائے گا۔ انہوں نے اس اصول کو ایک کلیہ کی شکل میں یوں بیان کیا ہے۔

''الحرج مرفوع'' حرج کو اٹھالیا گیا ہے یہ کلیہ عین مقاصد شریعت اور ارادہ الٰہی کے مطابق ہے۔

قلّت (مشقت) تکلیف:

ایسی مشقت جس کو عادت میں داخل نہ کیا جاسکے جو انسان کے قیام وبقاء میں مفید ہونے کے بجائے مضر ثابت

۱۔ الامینی، مولانا محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، اسلامک پبلیکشنز (پرائیوٹ) لمٹیڈ لاہور۔ ص: ۳۳

۲۔ الشاطبی، ابو اسحاق ابراهيم، الموافقات، المسألة الثانية عشرة، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور۔ ص: ۱۵۹

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً

تعبیر کرتے ہیں۔[1]

ان كان العمل يودى الدوام عليه الى الانقطاع عنه او عن بعضه والى وقوع خلل فى صاحبه فى نفسه او ماله او حاله فالمشقة هنا خارجة عن المعتاد وان لم يكن فيها شى من ذلك فى الغالب فلا يعد فى العادة مشقة[2]

یعنی جو شرعی احکام، ایسے ہوں جن پر ہمیشہ عمل کرنے سے بندے کا جانی و مالی نقصان ہوتا ہو یا اس کی حالت میں تغیر پیدا ہو تو اس قسم کی مشقت تخفیف و سہولت کی طالب ہے اور جو احکام ایسے نہ ہوں تو وہ مشقت کے زمرے میں آئیں گے اور نہ ان میں تخفیف و سہولت کی گنجائش ہے۔[3]

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مشقت کی صورت میں آسانی مہیا کرنے کے اس عمل کو فقہاء نے ان لفظوں میں ایک کلیہ کی حیثیت دے دی ہے۔

المشقة تجلب التيسير[4]

''مشقت آسانی لاتی ہے''

اسی اصول کو ایک دوسرے انداز میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ الامر اذا ضاق التسع''[5]

''جب کسی امر میں تنگی محسوس ہو تو وسعت مہیا کی جاتی ہے'' اسی لیے فقہاء نے کہا ہے:

''وضع الشريعة على ان تكون اهواء النفوس تابعة لمقصود الشارع فيها''[6]

شریعت اسی لیے دی گئی ہے کہ بندوں کی نفسیاتی خواہش مقاصد شارع کے تابع ہو جائیں''

جہاں تک نفس مشقت کا تعلق ہے انسان کی زندگی کا کوئی شعبہ بھی اس سے خالی نہیں حتی کہ کھانا پینا وغیرہ زندگی

۱۔ الامینی، مولانا محمد تقی عثمانی، قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی۔ ص: ۳۲۷

۲۔ الشاطبی، ابو اسحاق ابراهيم، الموافقات، المسألة الثانية عشرة، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور۔ ص: ۲/۲۰

۳۔ الامینی، مولانا محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی۔ ص: ۳۲۸

۴۔ السيوطى، جلال الدين عبد الرحمن، الاشباه والنظائر مطبعة البابى الحلبى، مصر ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۹ء، ص: ۷۷

۵۔ الشاطبى، ابو اسحاق ابراهيم، الموافقات، دار للطباعة والنشر بيروت، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور۔ ص: ۱/۳۳۷

۶۔ الشاطبى، ابو اسحاق ابراهيم، الموافقات، دار للطباعة والنشر بيروت مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور۔ ص: ۲/۲۲

فاحوال الانسان كلها كلفة فى هذه الدار فى اكله وشربه وسائر تصرفاته ولكن جعل له قدرة عليها بحيث تكون تلك التصرفات تحت قهره لا ان يكون هو قهر التصرفات[1]

ان كان العمل يؤدى الدوام عليه الى الأنقطاع عنه، او عن بعضه والى وقوع خلل فى صاحبه فى نفسه او ماله او حال من احواله فالمشقة هنا خارجة عن المعتاد، وان لم يكن فيها شئ من ذلك فى الغالب فلا يعد فى العادة مشقة[2]

اگر کسی عمل کو دائی طور پرانجام دینا مشکل ہو کہ ایسا کرنے سے بالآخر وہ عمل چھوٹ ہی جائے یا نقص ہو جائے یا اس کو انجام دینے کی جان، مال یا اس کی حالت میں تغیر واضح ہو جائے۔ تو اس قسم کی مشقت خارج از عادت اور غیر معمولی مشقت قرار پائے گی جو مشقت ایسی نہ ہو وہ عادتاً مشقت نہیں سمجھی جائے گی۔

یعنی جو جو شرعی احکام، ایسے ہوں جن پر ہمیشہ عمل کرنے سے بندے کا جانی و مالی نقصان ہوتا ہو یا اس کی حالت میں تغیر پیدا ہو تو اس قسم کی مشقت تخفیف وسہولت کی طالب ہے اور جو احکام ایسے نہ ہوں وہ مشقت کے ذیل میں نہیں آئیں گے اور نہ ان میں تخفیف وسہولت کی گنجائش ہے۔[3]

التدریج:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

ان الله لم يدع شيئاً من الكرامة والبر الا اعطا هذه الامة ومن كرامته واحسانه انه لم يوجب عليهم الشرائع دفعة واحدة ولكن اوجب عليهم مرة بعد مرة[4]

فضیلت وکرامت کی کوئی ایسی بات نہیں رہی جیسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا نہ کیا ہو، یہ اس کا فضل اور احسان ہے کہ شرائع (احکام) کو اس نے اس ہی دفعہ میں نہیں اتارا بلکہ یکے بعد دیگرے رفتہ رفتہ واجب کیا عظیم فقیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے:

۱۔ الشاطبی، ابو اسحاق ابراهيم، الموافقات، المسألة السابعة، دار للطباعة والنشر بیروت ص: [illegible]

۲۔ الامینی، مولانا محمد تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، ص: ۳۲۸

۳۔ قرطبی، ص: ۵۲/۳

۴۔ البخاری، صحیح بخاری، ص: ۷۴۷/۲

الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزل اوّل بنتی لا تشربوا الخمر لقالوا لا ندع الخمر ابدا ونزل لا نزل لا تزنوا تعالوا لا ندع الزنا ابدا(۱)

''پہلے مفصل (سورۃ حجرات سے آخر قرآن تک) کی وہ سورت نازل ہوئی جس میں جنت دوزخ (ترغیب وترہیب) کا ذکر ہے۔ پھر جب لوگ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گئے تو پھر حلال وحرام کے احکام نازل ہوئے۔ اگر شراب نہ پینے کا حکم اول ہی دن نازل ہوتا تو لوگ یہ کہتے کہ ہم کبھی شراب نہ چھوڑیں گے۔ اسی طرح ابتداء میں زنا چھوڑنے کا حکم نازل ہوتا تو لوگ کہہ اٹھتے کہ ہم اس سے ہرگز باز نہ آئیں گے''۔

فقہاء نے اس سے بہت سے مسائل کا استنباط کیا ہے اور مقررہ قاعدہ وضابطہ کے مطابق خلل ونقصان کو دور کیا ہے، مثلاً خرید وفروخت کا معاملہ ہونے کے بعد عیب نکلنے کی وجہ سے معاملہ کا فسخ کا اختیار اس طرح خیار رؤیت (دیکھنے کے بعد پر معاملہ کی موقوفی) خیار شرط (شرط پر معاملہ کا معلق ہونا) اور تمام وہ صورتیں اور حالتیں جن میں تصرفات سے روک دیا جاتا ہے۔ سب اسی پر مبنی ہیں اور خلل ونقصان کے اندیشہ ہی مذکورہ معاملات میں وسعت اور سہولت سے کام لیا گیا ہے۔ شفعہ اور کراہیت کے ابواب قصاص، حدود کفارہ اور تلف کر دینے کی صورت میں ضمان کے احکام اور تقسیم کے معاملہ کو فقہاء نے اس اصول کے ذیل میں شمار کیا ہے اور جزئیات وفروع کے بیان میں زیادہ سے زیادہ اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ نہ کوئی شخص کسی کو نقصان پہنچا سکے اور وہ خود نقصان اٹھائے۔(۲)

عن ام قیس بنت محصن انها اتت بابن لها صغیر لم یاکل الطعام الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فاجلسه رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حجره فبال علی ثوبه فدعا بماء فنضحه ولم یغسله(۳)

''حضرت ام قیس بنت محصن سے روایت ہے کہ وہ اپنے چھوٹے لڑکے کو لے کر آئیں جو ابھی کھانا نہ کھاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی گود میں بٹھایا۔ اس لڑکے نے پیشاب کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر اس پر چھڑک دیا یا بہا دیا اور دھویا نہیں''۔

اس حدیث سے استنباط مسائل میں فقہاء کے بہت سے مؤقف ہیں جن میں اہم ترین اور بہت سے ائمہ کا مذہب یہ ہے۔

۱۔ بخاری، صحیح بخاری، باب تالیف القرآن، ص: ۲/۲۶۵

۲۔ الامینی، مولانا محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیوٹ) لاہور۔ ص: ۲۶۵

۳۔ نسائی، سنن، اردو ترجمہ: از علامہ وحید الزمان، ناشر: ضیاء احسان پبلشرز، نعمانی کتب خانہ لاہور۔ طباعت دسمبر ۱۹۹۴ء، ص: [illegible]

علی بن ابی طالب، عطا بن ابی رباح، حسن بصری احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، مالکیوں سے ابن وہب اور اصحاب حدیث کی ایک بڑی جماعت کا ہے۔ شافعیوں کا مشہور اور مختار مذہب یہی ہے: امام ابو حنیفہ کا ایک موقف یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔[1]

بچے کے پیشاب کے بارے میں ایک فقہی موقف یوں بھی بیان کیا گیا ہے۔ بچے کا پیشاب نجس ہے لیکن بچوں کو بالعموم والدین اٹھاتے ہیں اور ان کا کپڑوں پر پیشاب کر دینا کثیر الوقوع امر ہے، اس لیے شریعت نے تخفیف وسہولت کے لیے کپڑوں کو پاک کرنے کا آسان طریقہ مہیا کر دیا ہے۔[2]

تخفیف کی ایک اور مثال

محمد بن ابی عمر قال لنا سفیان عن عثمان بن أبی سلیمان وابن عجلان سمعا عامر بن عبد الله ابن الزبیر یحدث عن عمرو بن سلیم الزرقی عن ابی قتادہ الانصاری قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم یؤم الناس وامامة بنت ابی العاص وهی بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم علی عالقه وإذا رکع وضعها وإذا رفع من السجود اعادها۔[3]

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں اور امامۃ بنت ابی العاص (جو کہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی تھیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر تھیں جب آپ رکوع میں جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اتار دیتے اور جب سجدے سے اٹھتے تو پھر اٹھا لیتے''

اس حدیث مبارکہ میں استنباطِ مسائل کا ایک پہلو یہ ہے۔

امام مسلم نے حدیث مذکور سے درج ذیل مسائل کا استنباط کیا ہے۔

۱۔ نماز میں بچوں کو اٹھانا جائز ہے۔

۲۔ بچوں کے کپڑے پاک سمجھے جائیں گے جب تک ان کا ناپاک ہونا متحقق نہ ہو جائے۔

۳۔ فعل قلیل نماز توڑنے والا نہیں ہے۔

۱۔ نووی، یحییٰ بن شرف الدین: شرح مسلم دار الاحیاء التراث الاسلامی بیروت۔ الطبعة الثانیة ۱۳۹۲، ص: ۲/۷۴

۲۔ محمد القاری، ملا علی بن سلطان، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، ص: ۲/۴۷

۳۔ مسلم، صحیح مسلم، باب جواز حمل الصبیان، حدیث نمبر ۱۱۱۵، ص: ۱/۲۰۵

نووی شارح مسلم اس حدیث کی شرح میں امام شافعی کا وسیع تخفیفی مؤقف یوں بیان کرتے ہیں۔

''یہ حدیث امام شافعی اور ان کے موافقین کی دلیل ہے جو فرض، نفل نمازوں میں امام، مقتدی اور منفرد کے لیے بچے، بچی، پاک پرندوں اور جانوروں کو اٹھانا جائز سمجھتے ہیں۔ (۱)

نجاست کی مختلف قسموں کا ذکر کرتے ہوئے ابن رشد انسانوں کے بول براز کے ناپاک ہونے پر علماء کا اتفاق بیان کرتے ہیں۔ لیکن دودھ پیتا بچہ مستثنیٰ ہے۔

'علماً کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابن آدم کا بول و براز نجس ہے، سوائے اس بچے کے جو دودھ پیتا ہو اور حیوانوں کے بارے میں علماء کی آرا مختلف ہیں۔ (۲)

واصل المسألة ان بول ما یؤکل لحمه نجس عندهما طاهر عند محمد رحمه الله تعالیٰ واحتج بحدیث انس رضی الله عنه أن قوماً من عرنه جاؤا الی المدینة فأسموا فاجتووا المدینة فاصفرت ألوانهم وانتفخت بطونهم فامرهم رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یخرجوا الی ابل الصدقة فیشربوا من ابوالها والبانها الحدیث فلولم یکن طاهرا لما امرهم بشربه والعادة الظاهرة من اهل الحرمین بیع ابوال الابل فی القواریر من نکیر دلیل ظاهر علی طهارتها. (۳)

ترجمہ: امام محمد حلال جانوروں کا پیشاب پاک سمجھتے تھے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قبیلہ عرینہ کے لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقے کے اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم ہے۔ امام محمد کے نزدیک اہل حرمین کا عمل بھی حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہونے کی دلیل ہے۔ جو اونٹوں کا پیشاب شیشوں میں بند کر کے فروخت کرتے ہیں اور اسے برا نہیں سمجھتے، امام محمد کے اس مؤقف سے درج ذیل مسائل کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ حلال جانوروں کا پیشاب پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا اور اس کا پینا جائز ہے۔

۱۔ نووی، شرح مسلم، ص: ۱/۲۰۵

۲۔ قرطبی، ابن رشد الحفید، بدایة المجتهد ونهایة المقتصد، ص: ۱/۵۸

۳۔ السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سهیل، المبسوط، دار المعرفة للطباعة والنشر، بیروت، الطبعة الثالثة ص: ۱/۵۴، ۵۵

۳۔ کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ اس بیان سے جانوروں کا علاج کرنے والے اور پیشہ ور دودھ فروشوں وغیرہ کے لیے اس مؤقف میں سہولت اور آسانی کا پہلو ہے۔

حدیث: حدثنا یحییٰ بن یحییٰ لتمیمی واسحاق بن ابراهیم وابو کریب جمیعاً عن ابی معاویة ووکیع واللفظ لیحییٰ قال انا ابو معاویة عن الاعمش عن ابراهیم عن همام قال بال جریر لم توضأ ومسح علی خفیه فقیل تفعل هذا فقال نعم رأیت رسول الله صلی الله عیه وسلم بال لم توضأ ومسح علی خفیه (۱)

ترجمہ: ہمام بیان کرتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیشاب کرنے کے بعد وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا ان سے کسی نے کہا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں۔ حضرت جریر نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک موزوں پر مسح مطلقاً جائز ہے مقیم رہے یا مسافر۔

امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ انہوں نے موزوں پر مسح کی بات اس وقت کی ہے جب اس کے دلائل دن کی روشنی کی طرح میرے سامنے"(۲) واضح ہوگئے۔

کرخیؒ کہتے ہیں کہ" مجھے موزوں پر مسح ناجائز سمجھنے والے کے کافر ہونے کا اندیشہ ہے کیونکہ اس کے بارے میں آثار متواتر ہیں۔(۳)

فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ مسافر ایک دفعہ موزے پہن کر کتنے دنوں تک مسح کرتا رہے گا۔ چند آراء درج ذیل ہیں:

ترجمہ: مسافر تین دن رات تک موزوں پر مسح کرسکتا ہے۔ یہ مسلک امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا ہے۔(۴)

کان حسن بصری رضی الله عنه یقول المسح مؤبد للمسافر(۵)

۱۔ مسلم، صحیح مسلم، کتاب الطہارت،

۲۔ السرخسیؒ، محمد بن احمد بن ابی سهیل، المسبوط. ص: ۱/۹۸

۳۔ السرخسیؒ، محمد بن احمد بن ابی سهیل، المسبوط. ص: ۱/۹۸

۴۔ ابن رشد، بدایة المجتهد، ص: ۱/۱۵

۵۔ السرخسیؒ، محمد بن احمد بن ابی سهیل، المسبوط. ص: ۱/۹۸

جائیں''۔

امام مالکؒ کے نزدیک مسافر کے لیے مسح علی الخفین کی رخصت غیر مؤقت ہے۔ [1]

ترجمہ: انہی آثار و روایات کی وجہ سے مسافر کے لیے مسح علی الخفین کی رخصت تین دن رات کی بجائے ''اکثر من یوم و لیلۃ'' کے الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ [2]

عبارت: وعند هما له ان يؤتر على الدابة [3]

ترجمہ: ''نیز ان آئمہ کے نزدیک وتر واجب نہیں بلکہ سنت ہیں ائمہ احناف میں سے امام محمد اور امام ابو یوسف سواری پر وتر جائز سمجھتے ہیں''۔

سواری پر فرض ادا کرنے کے بارے میں فقہی آراء درج ذیل ہیں۔

فرض نماز کے لیے قبلہ رو ہونا ضروری ہے سواری پر اس کا امکان نہ ہونے کی وجہ سے سواری سے اترنا بھی ضروری ہے لیکن کچھ صورتوں میں سواری پر فرض بھی جائز ہو جاتے ہیں۔

(۱) شدت خوف۔

(۲) سواری کھڑی ہو، اس پر ہودج بھی ہو اور استقبال قبلہ، قیام، رکوع، سجود ممکن ہو۔

(۳) سواری کشتی ہو۔

(۴) کوئی شخص سواری کے ہمراہ سفر کر رہا ہو اور بچھڑنے کا ڈر ہو۔ [4]

ائمہ احناف کسی عذر کی موجودگی میں سواری پر فرض جائز قرار دیتے ہیں۔ مثلاً

فقد جوز لهم الصلاة على الدابة عند تعذر النزول بسبب المطر فكذلك بسبب الخوف من سبع أو عدو والان مواضع الضرورة مستثناة [5]

ترجمہ: ''احناف نے بارش، درندے یا دشمن کے خوف سے سواری سے اترنا مشکل ہو جانے کی صورت

---

۱. ابن رشد، بدایۃ المجتهد، ص: ۱/۵۱

۲. السیوطی: الاشباہ والنظائر، ص: ۷۷

۳. السرخسیؒ، محمد بن احمد بن ابی سهیل، المبسوط. ص: ۱/۲۵۰

۴. النووی، شرح المسلم: ص: ۱/۲۵۰

۵. السرخسیؒ، المبسوط، ص: ۱/۲۱۷

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ بلا عذر سواری پر نماز کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ لیکن معقول عذر کی بناء پر سب کے نزدیک پر ہر قسم کی نماز جائز ہے۔

مریض کی نماز اور فقہاء

اسلامی فقہ کا معروف ضابطہ ہے کہ بیمار اگر کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے ورنہ سیدھا یا پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھ لے۔ رکوع وسجود نہ کر سکتا ہو تو اشارے سے انہیں ادا کرے اگر یہ سب کچھ ممکن نہ ہو تو حدیث میں یہ کہا گیا ہے:

عبارت: ''ولا يجب عليه ان يستقبل لان الامام اذا صلى قاعداً والمقتدى قائما يصح الاقتداء''[1]

ترجمہ: ''اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنے والا مریض امام بھی بن سکتا ہے۔ اس مؤقف کے حق میں ایک فقہی رائے یہ ہے''۔

عبارت: عند امام ابی حنيفه وأبی يوسف رحمهما الله تعالیٰ استحساناً وعند محمد رحمه الله تعالیٰ لايصح قياساً۔

حديث: جابر رضی الله عنه انه قال سقط رسول الله صلی الله عليه وسلم عن فرسه فجحش شقه الا يسر فلم يحرج اياماً فالصحابة دخلوا عليه فوجدوه فی الصلاة قاعداً فاقتدوا به قياماً[2]

ترجمہ: امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف استحساناً جواز کے قائل ہیں اور ان کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی آخری نماز بیٹھ کر پڑھانا ہے۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے زخمی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے آنے والوں کو گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

عبارت: وقال محمد بن مقاتل رازی رحمه الله تعالیٰ اذا كان وجهه الى القبلة له ان يصلی الى عنه القبلة فاذا برأ اعاد الصلاة ولكنا نقول فی ظاهر الرواية لايجب عليه اعادة الصلاة لان التوجه الى القبلة شرط جواز الصلاة والقيام والقراءة والركوع والسجود اركان

۱۔ السرخسیؒ، المبسوط، ص: ۱/۲۱۴

۲۔ السرخسی، المبسوط، ص: ۱/۲۱۶

سقط عنه من الشروط بعذر المرض لا يجب عليه اعادة الصلاة[1]

ترجمہ: محمد بن مقاتل رازی کہتے ہیں کہ جب مریض کا منہ قبلہ کی طرف نہ ہو، اس کے لیے خود قبلہ کی طرف منہ کرنا ممکن نہ ہو اور کوئی اسے قبلہ رو کرنے والا بھی موجود نہ ہو تو وہ ایسی حالت میں نماز پڑھے گا۔ اور صحت مند ہونے پر اسے نماز لوٹانا ہوگی۔ لیکن ظاہر روایت کے مطابق نماز دہرانا ضروری نہیں بیماری کے عذر نے نہ صرف ارکان نماز بلکہ شروط نماز کو بھی ساقط کر دیا ہے۔

عطاء بن ابی رباح:

اذا لـم يطق قاعداً صلى على جنب کے باب میں ہی حضرت عطاء بن ابی رباح کا قول "اذا لـم يـقـدر عـلـى ان يتحول الى القبلة صلى حيث كان وجهه ،" شامل کیا ہے جس سے حضرت عطاء اور امام بخاری کا یہ رجحان سامنے آتا ہے کہ وہ حالت مرض میں غیر قبلہ کی طرف بھی نماز جائز سمجھتے تھے۔[2]

جس سے حضرت عطاءؒ اور امام بخاریؒ کا یہ رجحان سامنے آتا ہے کہ وہ حالت مرض میں غیر قبلہ کی طرف بھی نماز جائز سمجھتے تھے۔

بھوک میں نماز سے پہلے کھانا

حدیث:

عن ابن عمر رضى الله عنه ؛ قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((اذا وضع عشاء أحدكم واقيمت اصلاة فابدوا بالعشاء ولا يعجلن حتى يفرغ منه[3]

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے سامنے رات کا کھانا رکھا جائے اور نماز قائم کی جارہی ہو تو تم کھانا کھاؤ اور جلدی نہ کرو یہاں تک کہ تم اس سے فارغ ہو جاؤ"

یعنی بھوک لگی ہو اور عین نماز کے وقت کھانا سامنے آجائے تو نماز ادا کرنے سے پہلے کھانا کھا لینا جائز

۱۔ السرخسی ، المبسوط، دار المعرفة، للطباعة والنشر . بيروت، ص: ۱/۲۱۶
۲۔ البخاری، صحيح بخاری ، ص: ۱/ ۲۰۸
۳۔ صحيح مسلم ، دار الاحياء التراث العربی ، باب باب كراهة الصلاة، بحضرة الطعام، ص: ۳۹۲

بظاہر یہ اجازت و رخصت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن بعض فقہاء نے اس کی ایسی تاکید کی ہے کہ نماز پہلے پڑھنا مکروہ قرار دیا ہے۔ مثلاً

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا سامنے آجانے پر تقدیم نماز مکروہ ہے کیونکہ دل کھانے کی طرف متوجہ ہونے سے کمال خشوع ضائع ہو جاتا ہے۔ جمہور شافعی فقہاء اس کراہیت کے قائل ہیں بعض شوافع کا یہ کہنا کہ بھوک کی شدت کو کم کرنے کے لیے چند لقمے کھا لیے جائیں پھر نماز سے فارغ ہو کر باقی کھانا کھایا جائے غلط ہے اور یہ حدیث اس کو غلط ثابت کرنے میں صریح ہے۔[۱]

بھول کر کھانے پینے کا مفسد روزہ نہ ہونا:

حدیث: عبدان اخبرنا یزید بن زریع حدثنا ھشام حدثنا ابن سیرین عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ((إذا نسی فأکل و شرب فلیتم صومہ. فإنما أطعمہ اللہ وسقاہ))[۲]

ترجمہ: ہم سے عبدان نے بیان کیا کہا ہم کو یزید بن زریع نے خبر دی، کہا، ہم سے ہشام نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن سیرین نے انہوں نے ابو ہریرۃؓ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھولے سے کوئی روزے میں کھا پی لے تو اپنا روزہ پورا کرے اللہ نے اس کو کھلایا پلایا۔

یہ احادیث اکثر فقہاء کے اس مؤقف کی دلیل ہے کہ بھول کر کھانے پینے اور جماع سے روزہ نہیں ٹوٹتا ان فقہاء میں امام ابو حنیفہ، شافعی اور داؤد (ظاہری) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں[۳]

من اکل أو شرب او جامع ناسیاً فی صومہ لم یفطرہ ذلک والنفل والفرض فیہ سواء[۴]

جو کوئی بھول کر کھالے یا پی لے اس پر قضا لازم نہیں ہے۔ خواہ یہ فرض روزہ ہو یا نفلی روزہ ہو۔

---

۱. نووی، شرح صحیح مسلم، دارالاحیاء التراث العربی بیروت. الطبعة الثانیة ۱۹۷۲ء، ص: ۲۰۸/۲

۲. البخاری، صحیح بخاری، باب الصائم إذا أکل أو شرب ناسیاً، حدیث نمبر ۱۸۱۲

۳. نوویؒ، شرح صحیح مسلم، ص: ۵۵/۱

۴. السرخسیؒ، المبسوطة، ص: ۶۵/۳

بلیوں ، گدھوں، خچروں اور گھوڑوں کا جوٹھا بہت سے فقہاء کے نزدیک پاک ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ گھروں میں رہنے کی وجہ سے چیزوں کو ان سے بچانا مشکل ہے۔ اس لیے عموم بلویٰ کے پیشِ نظر ان کا جوٹھا پاک قرار دیا جائے گا۔

۲۔ بلی کا جوٹھا پاک ہونے کے بارے نبی کریمؐ کی صراحت موجود ہے۔

۳۔ لوگوں کے قریب رہنے کی وجہ سے کثرتِ بلویٰ کی صورت بلی کی طرح گدھے، خچر اور گھوڑے میں بھی پائی جاتی ہے۔ نیز ان جانوروں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری خاص طور پر حجاز کی گرمی میں ان کا پسینہ پاک ہونے کی دلیل ہے۔ اس بات سے ان کا جوٹھا پاک ہونے پر بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ شکاری پرندوں مثلاً باز، شاہین وغیرہ کا جوٹھا بظاہر ان کے گوشت کی طرح ناپاک ہونا چاہیے لیکن استحسان کا تقاضا ہے کہ پاک ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خشک اور سخت ہڈی سے بنی چیز (چونچ) سے پیتے ہیں۔ نیز فضا کی طرف سے آنے کی وجہ سے پانی وغیرہ کو ان سے بچانا مشکل ہے۔ خاص طور پر ریگستانوں اور جنگلوں میں گھوڑوں اور گدھوں کا جوٹھا پاک ہونے سے ذیلی طور پر ان کا لعاب اور پسینہ بھی پاک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نیز کپڑوں کو لگنے کی صورت میں پاک رہتے ہیں اور ان میں نماز جائز ہوتی ہے۔[1]

۱۔ السرخسیؒ، المبسوط، ص: ۱/ ۴۹۔ ۵۰

خلاصہ باب دوم

اس باب میں تین فصلیں زیر بحث لائی گئی ہیں۔ان میں قرآن پاک میں تیسیر کی جو شقیں درج ہیں۔

☆ اُن میں سے چند ایک کا تذکرہ فصل اول میں درج کیا گیا ہے۔

☆ عدم حرج سے متعلق تین مثالیں درج ہیں۔جن کا خلاصہ یہ ہے۔

☆ دین کے معاملہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔اور اللہ تعالٰی اپنی مخلوق پر تنگی کا معاملہ نہیں چاہتا ہے۔عدمِ حرج کی طرح قلتِ تکلیف کی بھی تین امثلہ درج کی گئی ہیں۔

☆ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی بھی نفس کو اس کی استطاعت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بناتا ہے۔

☆ التدریج کے ذیل میں حرف ایک مثال دی گئی ہے جس میں شراب کی حرمت کا تدریجاً ذکر کیا گیا ہے۔

☆ دوسری فصل میں اصول تیسیر کو امثلہ فی السنۃ کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔عدمِ حرج کی تین امثلہ،قلتِ تکلیف کی تین امثلہ، جبکہ التدریج کی دو مثالیں درج کی گئی ہیں۔

☆ تیسری فصل میں فقہاء کی آراء کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

اور اس میں بالترتیب عدمِ حرج ،قلتِ تکلیف اور التدریج پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

باب سوم

مأمورات شرعیہ/ممنوعات شرعیہ

فصل اوّل: اوامر شرعیہ میں اصول تیسیر

ا۔ عبادات

ب۔ معاملات

فصل دوم: ممنوعات شرعیہ میں اصول تیسیر

ا۔ حرام

ب۔ مکروہ

فصل اوّل

اوامر شرعیہ

اوامر شرعیہ

۱۔ امر : الأمر هو مادلّ على الطلب بالصيغة الإنشائية المعرفة فى علم العربية.

۲۔ الأمر يدل على الوجوب حقيقة فى اللغة والشرع ولا يخرج عنه إلا لقرينة صارفة واضحة صحيحة ولايثبت الوجوب إلا بحديث صحيح اتفاقاً أو حسن عند الأكثر.

۳۔ قد يخرج الأمر عن حقيقة إلى الندب ولإباحة والإرشاد وغير هذه المعانى المصححة ويجمحها عند التحقيق الندب.[۱]

''امر کی تعریف یہ ہے۔ اللفظ الموضوع لطلب الفعل علی سبیل الاستعلاء، یعنی امر ایسا لفظ ہے جو کسی فعل کے کرنے کے مطالبہ کے لیے وضع کیا گیا ہو اور اس مطالبہ میں برتری و بالادستی پائی جاتی ہو۔ اس تعریف میں دو باتیں قابل لحاظ ہیں اوّل یہ کہ تعریف میں ''علی سبیل الاستعلاء (بطریق بالادستی) کی قید ہے۔ یہ قید اس بات کو بتاتی ہے کہ حکم دینے والا کا حقیقت میں بلند و بالا دست ہو ناشرط نہیں۔ بلکہ شرط یہ ہے کہ وہ خود کو بلند و بالا دست سمجھتا ہو خواہ فی الواقع بالادست ہو یا نہیں۔ دوم یہ کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ امر اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد وہ خصوصی قول ہے جو حکم کے لیے ہو۔ جمہور کہتے ہیں کے امر مجازاً فعل کو بھی کہتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ﴾[۲]

ترجمہ: ''حالانکہ فرعون کی کوئی بات درست نہ تھی۔ اس آیت میں امر سے فرعون کا فعل مراد ہے۔ یہاں سبب کا مسبب پر اطلاق کیا گیا ہے۔[۳]

امر وجوب کا متقاضی ہوتا ''الامر بعد الخطر يكون للوجوب عند الأكثر ولأباحة عند ابن الحاجب وجمهور الفقهاء[۴]

ترجمہ: ''امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اکثر فقہاء کی رائے میں، جبکہ جمہور فقہاء اور ابن حاجب کے نزدیک

۱۔ الوزير، أحمد بن محمد بن على، المصفىٰ فى اصول الفقه از توزيع دارالفكر بدمشق، الطبعة اعادة ۲۰۰۰ء، ص: ۲۰۰

۲۔ هود: ۹۷

۳۔ شوكانى: ارشاد، الفحول، ص: ۹۱، آمدى الاحكام، ۱۸۸/۲

۴۔ الوزير، أحمد بن محمد بن على، المصفىٰ فى اصول الفقه از توزيع دارالفكر بدمشق، الطبعة اعادة ۲۰۰۰ء، ص: ۲۲۵

وسہولت کا ایک پہلو یہ نظر آتا ہے کہ زمانہ کے بدلتے حالات قرآن میں تبدیلی کا امکان [illegible]
بنیاد پر حکم میں تغیر، دین کے بنیادی ڈھانچے کو نقصان پہنچائے بغیر صیغہ امر کو جوب کی جگہ [illegible]
محمول کرنا اور انفرادی شخصی معاملات میں نرمی کا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

اوامر شرعیہ میں اصولِ تیسیر

اوامر الشرعیہ کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ عبادات ۲۔ معاملات

۱۔ عبادات: یہ فقہ اسلامی کا اوّلین موضوع ہے جس سے فقہ کی ہر کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ اس جزو میں طہارت، نماز،
زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ کے احکام سے بحث ہوتی ہے۔[1]

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے زندگی کے تمام احکامات میں فطرت انسانی کو مدنظر رکھتا ہے۔ اسلام نے عبادات میں
حالات وواقعات کے مطابق عبادات میں سہولیات وآسانی پیدا کی ہیں۔

(ا) طہارت:

طہارت لغت میں نجاست حقیقی سے پاکی اور نزاہت حاصل کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں [illegible]
نجاست سے پاکی حاصل کرنا طھارۃ ہے، نجاست خواہ حقیقی ہو یا حکمی۔
طہارت کو نماز پر مقدم کیا اس لیے کہ وجودی اعتبار سے طہارت باقی تمام شرائط پر مقدم ہے۔

طہارت کے دو طریقہ شریعت نے بتائے ہیں:

ا۔ وضو ب۔ غسل

۱۔ ڈھلوں، عرفان، خالد ڈاکٹر، علم اصول فقہ ایک تعارف شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، ص: ۱/۱۳

۲۔ مرغینانی، برھان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی، هداية، شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، طبع اول [illegible]

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ. وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ (۱)

ترجمہ: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ دھو لیا کرو اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک اور اپنے سر کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو اور اگر تمہیں حاجت ہو تو غسل کر لیا کرو''

اس نص قرآنی سے وضوء اور غسل کی فرضیت کا ادراک بخوبی ہو جاتا ہے۔ انسانی زندگی میں مختلف حادثات وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ لہذا کبھی ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے کہ پانی کی عدم دستیابی ہوتی ہے۔ یا کوئی معذوری یا مرض وضو یا غسل کے فرض کو ادائیگی میں آڑے آجاتی ہے۔ اس مشکل یا مسئلہ کے حل کے لیے اللہ رب العزت نے تیمم کی سہولت فراہم کی ہے۔ ''تیمّم وضو اور غسل کا قائم مقام ہے اور منجملہ ان جلیل القدر نعمتوں کے جو اس امت کے ساتھ خاص ہیں۔ اگلی امتوں میں تیمّم نہ تھا۔ خیال کرو کہ جب ان کو پانی نہ ملتا ہوگا تو وہ لوگ کیا کرتے ہوں گے یا تو طرح نجاست کی حالت میں نماز وغیرہ پڑھتے ہوں گے یا نماز ان کو چھوڑنا پڑتی ہوگی'' (۲)

تیمّم کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْھِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ مِّنْهُ. مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَكُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (۳)

ترجمہ: ''اور اگر بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی جائے ضرورت سے ہو کر آیا ہو یا عورتوں سے صحبت کی ہو اور پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک اور صاف ستھری مٹی سے تیمّم کر لو۔ (یعنی) اپنے مونہہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کر لو۔ اور اللہ تعالیٰ تم پر کوئی تنگی نہیں کرنا چاہتا لیکن اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم کو صاف ستھرا رکھے اور یہ بھی کہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے تا کہ تم شکر گزار بنو''

اس آیت مبارکہ میں تیمّم کی خوشخبری سنائی گئی ہے اور تیمّم کے مباح ہونے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ تنگی کا معاملہ نہیں چاہتا بلکہ آسانی چاہتا ہے۔ لہذا حالت سفر میں اور مرض کی حالت میں یا پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ المائدہ: ۴

۲۔ فاروقی لکھنوی، مولانا عبد الشکور، علم الفقہ، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی

۳۔ المائدہ: ۶

۱۔ مسلمان ہونا، کافر پر تیمّم واجب نہیں۔

۲۔ بالغ ہونا، نابالغ پر تیمّم واجب نہیں۔

۳۔ عاقل ہونا، دیوانہ اور میت اور بے ہوش پر تیمّم واجب نہیں۔

۴۔ حدث اصغر یا اکبر کا پایا جانا جو شخص دونوں حدیثوں سے پاک ہو اس پر تیمّم واجب نہیں۔

۵۔ جن چیزوں سے تیمّم جائز ہے ان کے استعمال پر قادر ہونا۔ جس شخص کو ان کے استعمال پر قدرت نہ ہو۔ اس پر تیمّم واجب نہیں۔

۶۔ نماز کے وقت کا تنگ ہو جانا شروع وقت میں تیمّم واجب نہیں۔

۷۔ نماز کا اس قدر وقت ملنا کہ جس میں تیمّم کرکے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو اگر کسی کو اتنا وقت نہ ملے۔ تو اس پر تیمّم واجب نہیں (۱)

۲۔ نماز:

لفظ صلوٰۃ کے لغوی معنی دعائے خیر کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''وصل علیہم'' یعنی ان کے لیے دعا کرو (دوسرے معنی ہیں) اپنی رحمت ان پر نازل فرما۔

اصطلاح فقہ میں اس کے معنی ان اقوال وافعال (کے مجموعے) کے ہیں جو تکبیر (تحریمہ) سے شروع ہوتے اور سلام پر ختم ہوتے ہیں۔ اور اس کے لیے خاص شرائط ہیں۔ یہ تعریف ہر نماز کو شامل ہے جو تکبیر تحریمہ سے شروع ہو اور سلام پر ختم ہو۔'' (۲)

نماز کے فرض ہونے کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿واقیموا الصلوٰۃ واتو الزکاۃ وارکعوا مع الراکعین﴾ (۳)

ترجمہ: ''اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''

اس آیت مبارکہ میں اقیموا الصلوٰۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور یہ امر کا صیغہ ہے جو کہ وجوب فعل کے لیے آتا ہے۔

﴿حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ، وقوموا للہ قانتین﴾ (۴)

۱۔ فاروقی لکھنوی، مولانا عبد الشکور، علم الفقہ، دار الاشاعت، اردو باز، کراچی، ص: ۱۲۸

۲۔ الجزیری، عبد الرحمٰن، کتاب الفقہ، علماء اکیڈمی لاہور۔ طبع پنجم ۱۹۹۳، ص: ۱/۲۷۹

۳۔ البقرۃ: ۴۳

۴۔ البقرۃ: ۲۳۸

نماز فرض ہے یہ نص سے ثابت ہے لیکن انسان کو اس فرض کی ادائیگی میں بھی شریعت نے سہولت فراہم کی ہے۔ کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں تخفیف کی سہولت دی گئی ہے۔ مثلاً

۱۔ مریض اور معذور کی نماز ۲۔ مسافر کی نماز

۱۔ مریض اور معذور کی نماز : نماز میں قیام فرض ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے :

﴿اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر﴾[۱]

ترجمہ: ''نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور صبح کا قرآن''

''تعریف اس عذر کی جس میں نماز بیٹھ کر درست ہو یہ ہے کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہنچے اس پر قول ہے یہ دشواری قیام کی پہلے فرضوں سے ہو یا خود فرضوں کے اندر خواہ قیام نہ ہو سکے بسبب عذر حقیقی کے اس طرح کہ خوف کرے بیماری کے بڑھ جانے کا یا اس کے دیر سے اچھا ہونے کے باعث یا گھومنا اپنے سر کا یا پاوے اپنے قیام سے بہت سا درد یا ایسا ہو کہ اگر نماز کھڑا ہو کر پڑھے گا تو پیشاب جاری ہو جائیگا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائے گا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائے گا، تو وہ شخص بیٹھ کر نماز پڑھے۔ اگر چہ تکیہ پر یا کسی آدمی پر سہارا دیکر بیٹھے کیونکہ یہ بیٹھنا اس پر لازم ہے۔ قول مختار کے بموجب اور بیٹھے جس طرح چاہے۔ بموجب روایت مذہب کے، اس لیے کہ مرض نے مریض سے ارکان کو ساقط کر دیا ہے۔ یعنی کسی خاص صورت پر بیٹھنا اس کے لیے ضروری نہیں۔''[۲]

سجدہ سہو:

نماز کی ادائیگی میں بھول چوک کی صورت میں سجدہ سہو کی سہولت حدیث:

حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن ابن شہاب عن الاعرج عن عبد اللہ ابن بحینۃ انہ، قال صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین من بعض الصلوٰت ثم قام فلم یجلس فقام الناس معہ فلما قضی صلاتہ ونظرنا تسلیمہ کبر قبل التسلیم فسجد سجدتین وھو جالس ثم سلم[۳]

۱۔ بنی اسرائیل: ۷۸

۲۔ دُرالمختار غایۃ الاوطار، مترجم مولوی خرم علی صاحب، قانونی کتب خانہ، کچہری روڈ لاہور۔ کتاب الصلاۃ باب صلوٰۃ المریض، ص: ۱/۳۴۶

۳۔ صحیح بخاری، ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، باب ماجاء فی السھو اذا اقام من رکعتی الفریضۃ مکتبہ دارالقرآن الحدیث، ص: ۱/۶۳:

کھڑے ہو گئے پس جب نماز مکمل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے تکبیر کہی اور دو
سجدے کیے اور پھر سلام پھیرا۔''

نماز قصر: حالت سفر میں انسان اپنے گھر سے دور ہوتا ہے اور اس کو وہ سہولیات میسر نہیں ہوتی ہیں جو کہ مقیم ہونے کے دوران ہوتی ہے۔ لہذا شریعت نے اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ مسافر اور مقیم کی نماز میں فرق ہو۔ مسافر کو نماز قصر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تاکہ نماز میں تخفیف ہو اور مریض کے لیے نماز کی ادائیگی آسان ہو۔

﴿واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو''۔

''مسافر اپنے شہر سے نکلنے کے بعد اس وقت تک مسافر رہے گا جب تک دوسرے شہر میں داخل نہ ہو جائے اور شہر میں پندرہ دن یا پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے اور اگر پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت کرے تو نماز قصر پڑھے (۲)

خوف کی نماز:

﴿فان خفتم فرجالا اورکباناً فاذا امنتم فاذکرو اللہ کما علمکم مّالم تکونوا تعلمون﴾ (۳)

ترجمہ: ''پھر اگر خوف میں ہو تو پیادہ یا سوار جیسے بن پڑے پھر جب اطمینان سے ہو تو اللہ کو یاد کرو جیسا اس نے سکھایا جو تم نہیں جانتے تھے۔''

﴿واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ ان خفتم ان یفتنکم الدین کفروا ان الکافرین کانوا لکم عدوا مبیناً﴾ (۴)

ترجمہ: ''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذاء دیں گے بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

۱۔ النساء: ۱۰۱

۲۔ المرغینانی، برھان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی، (اردو ترجمہ) ھدایۃ، شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، طبع اول ۲۰۰۶ء۔ ص:۱/۵۰۱

۳۔ البقرۃ: ۲۳۸

۴۔ النساء: ۱۰۱

زکوۃ ایک مالی عبادت ہے قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ﴾ (۱)

ترجمہ: ''وہ جو بن دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔''

﴿وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوْنَ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور وہ زکوۃ دینے والے کا کام کرتے ہیں''

زکوۃ کی ادائیگی میں تیسیر کے پہلو

زکوۃ ایک مالی عبادت ہے جو کہ شرعی نصاب پر سال مکمل ہونے پر اڑھائی فیصد ادا کی جاتی ہے اور زکوۃ کی ادائیگی سے انسانی زندگی میں بہت سی آسانیاں اور سہولیات پیدا ہوتی ہیں۔ جو کہ درج ذیل نکات سے واضح ہوتی ہیں۔

ا۔ زکوۃ دینے والا کامیاب ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی﴾ (۳)

ترجمہ: ''مراد کو پہنچا جو ستھرا (زکوۃ) ہوا''

زکوۃ مال کو پاک کر دیتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿خُذْمِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ﴾ (۴)

ترجمہ: ''اے محبوب ان کے مال میں سے زکوۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو۔''

زکوۃ کی ادائیگی سے معاشرتی تفاوت میں کمی آتی ہے اور طبقاتی فاصلوں سے پاک معاشرہ جنم لیتا ہے اور زکوۃ ضرورت مندوں پر خرچ کر کے ان کی زندگی سے مصائب اور آلام کو کم کیا جاتا ہے۔

۱۔ البقرۃ: ۳

۲۔ المؤمنون: ۴

۳۔ الاعلیٰ: ۱۴

۴۔ التوبۃ: ۱۰۳

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡعٰمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَفِى الرِّقَابِ وَالۡغٰرِمِيۡنَ وَفِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ ‌ؕ فَرِيۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ﴾[1]

ترجمہ: ''زکوٰۃ کو تو ان ہی لوگوں کے لیے ہے جو محتاج اور نرے نادار اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو، یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا، اور اللہ علم و حکمت والا ہے''۔

۲۔ ﴿وَلَا يَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ مِنۡكُمۡ وَالسَّعَةِ اَنۡ يُّؤۡتُوۡۤا اُولِى الۡقُرۡبٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ‌ۖ وَلۡيَـعۡفُوۡا وَلۡيَـصۡفَحُوۡا ‌ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَـكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾[2]

ترجمہ: ''اور قسم نہ کھائیں اور جو تم میں فضیلت والے، اور گنجائش والے ہیں، قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہیئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم اسے پسند نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''

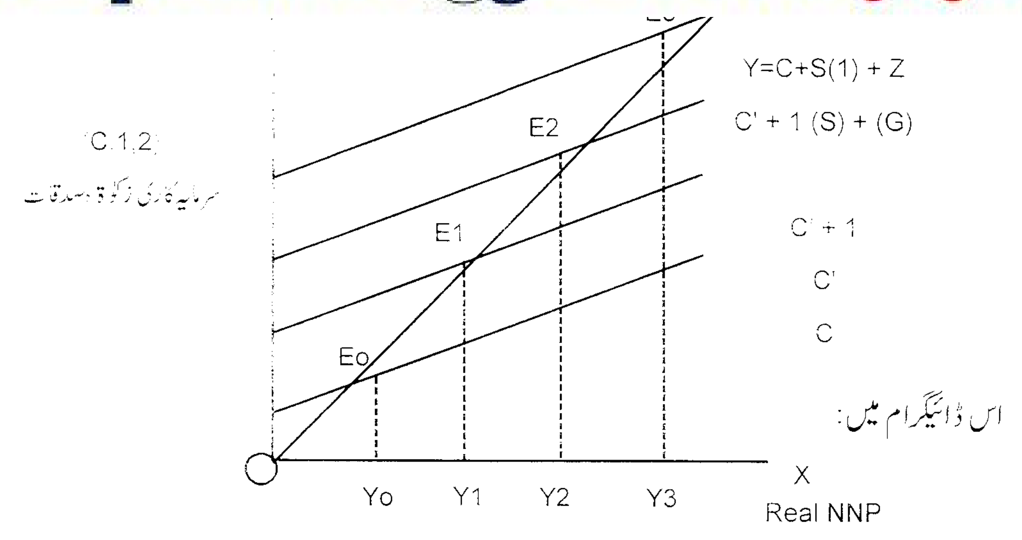
ترقی بذریعہ معاشی و معاشرتی ترقی ایک اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ تا کہ تمام لوگوں کو بنیادی ضروریات زندگی اور سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنایا جاسکے۔ اس مقصد کے لیے انسانی اور مادی ذرائع کو اس انداز میں کام میں لانے کی ضرورت ہے، کہ ملک میں پیداوار اور روزگار میں اضافہ ہو۔

اسلامی معیشت میں معاشی ترقی اور درج بالا مقاصد کے حصول میں زکوٰۃ اہم کردار ادا کرے گی۔

اسلامی معیشت میں معاشی ترقی کے بلند معیار کی وضاحت درج ذیل ڈائیگرام سے کی جاسکتی ہے۔

۱۔ التوبۃ: ۶۰

۲۔ النور: ۲۲



اس ڈائیگرام میں:

اس ڈائیگرام میں: حقیقی صارفی پیداوار

ڈائیگرام: زکوٰۃ اور معاشی ترقی

=C　صرف ڈائیگرام: زکوٰۃ اور معاشی

=C'　زکوٰۃ کی وجہ سے اضافہ شدہ صرف

=G　سرکاری اخراجات

=Z　زکوٰۃ، عشر، صدقات

=Yo　زکوٰۃ سے پہلے قومی آمدنی

=Y1　زکوٰۃ کے ساتھ قومی آمدنی

=Y2　زکوٰۃ اور سرمایہ کاری کے ساتھ قومی آمدنی

=Y3　سرکاری شعبہ کے اخراجات اور ضارب کے اثرات کے بعد قومی آمدنی

نتیجہ:

ڈائیگرام سے واضح ہے کہ زکوٰۃ کے اثرات کی بناء پر اسلامی معیشت میں قومی آمدنی (اور روزگار) میں اضافہ

۱۔ ڈار، پروفیسر عبدالحمید، اسلامی معاشیات، مرکزی کتب خانہ اردو بازار لاہور، ۲۰۰۵ء، ص: ۳۸۸

زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرطیں

زکوٰۃ واجب ہونے کی چند شرطیں ہیں۔ منجملہ ان کے ''بالغ ہونا'' ہے لہٰذا مجنون پر زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ تاہم ان کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے۔ اور ان کے ولیوں (سرپرستوں) پر واجب ہے کہ ان کی طرف سے زکوٰۃ ادا کریں۔ یہ حکم تین اماموں کے نزدیک ہے۔ جبکہ احناف کہتے ہیں۔ کہ نابالغ بچے اور مجنون کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے ولیوں سے اس کے ادا کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ محض عبادت ہے بچے اور مجنون اس کے مخاطب نہیں ہیں۔

(ان شرائط سے درج ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں)

وہ لوگ جو زکوٰۃ سے بری ہیں:

۱۔ وجوب زکوٰۃ کے لیے ایک شرط صاحب مال کا آزاد ہونا ہے۔ لہٰذا (رقیق) یعنی (غلام) پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

۲۔ نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

۳۔ مجنوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

۴۔ نصاب زکوٰۃ اگر پورے سال کے گزرنے سے پہلے تلف ہوگیا تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (۱)

۴۔ روزہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (۲)

ترجمہ: ''اے اہل ایمان تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔ تاکہ تم پرہیز گار بنو''

ا۔ روزہ توڑنے کے لیے جائز عذر مرض شدید تکلیف:

متعدد عذر ایسے ہیں جن میں روزہ توڑنا روا ہے۔ مثلاً مرض ہے کہ اگر روزہ دار مریض ہو جائے اور یہ اندیشہ

۱۔ الجزیری، عبد الرحمن، کتاب الفقہ علماء اکیڈمی شعبہ مطبوعات، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور ۱۹۹۳ء، ص: ۲۵۹

۲۔ البقرۃ: ۱۸۳

تکلیف کا موجب بن جائے گا اس پر تین اماموں کا اتفاق ہے۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ ایسے حالات میں روزہ توڑ دینا سنت ہے اور روزہ رکھنا مکروہ ہے، لیکن اگر ہلاک ہو جائے گا یا شدید مضرت کا گمان قوی ہو، مثلاً کسی چیز کے ناکارہ ہو جانے کا خوف ہو تو روزہ توڑ دینا واجب ہے اور روزہ رکھنا بالاتفاق حرام ہے۔ (۱)

۲۔ مسافر کے لیے روزہ میں تخفیف:

مسافر کے لیے روزہ میں تخفیف کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَّرِيضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍفَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ (۲)

ترجمہ: ''تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں (رکھے)''

۳۔ ناتواں کو فدیہ کی صورت میں تخفیف:

ایسے لوگ جو کمزور ہیں اور ضعیف ہیں اور سمجھتے ہیں کہ روزہ کی قضاء نہیں کر سکیں گے۔ ان کے لیے اللہ رب العزت نے یہ آسانی پیدا فرمائی ہے کہ وہ روزوں کی قضاء کے بجائے فدیہ ادا کریں۔ جیسا کہ اس نص سے ظاہر ہے:

﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَه' فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ. فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّه﴾ (۳)

ترجمہ: ''اور جنھیں اس کی طاقت نہ ہو اور بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے''۔

۴۔ روزے سے حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی کو ضرر کا اندیشہ:

اگر حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو یہ اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنا ان کو اور ان کے بچوں کو یا صرف ان کو یا محض ان کے بچوں کو مضر ہوگا تو ایسی عورتوں کو روزہ ترک کرنا جائز ہوگا۔ (۴)

۱۔ الجزیری، عبد الرحمن، کتاب الفقہ، علماء اکیڈمی شعبہ مطبوعات، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور، ص [illegible]

۲۔ البقرۃ: ۱۸۳

۳۔ الجزری، عبد الرحمن، کتاب الفقہ، علماء اکیڈمی شعبہ مطبوعات، محکمہ اوقاف پنجاب لاہور، ص [illegible]

۴۔ البقرۃ: ۱۹۴

﴿ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو''

حج میں تخفیف اور سہولت کا پہلو

أ۔ صاحبِ حیثیت پر فرض ہے:

حج ایک مالی اور بدنی عبادت ہے اور اس کا مکلف ہر مسلمان کو نہیں بنایا گیا بلکہ صرف اور صرف اس شخص کو فریضہ حج کی ادائیگی کا مکلف بنایا گیا ہے۔ جو کہ صاحب استطاعت ہو۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ولِلّه على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلاً﴾ (۲)

ترجمہ: ''اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے۔ جو اس تک چل سکے۔

نص سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص جسمانی اور مالی طور پر صاحب حیثیت ہو اس پر حج فرض ہوگا۔ اور اس شخص کو اس کا مکلف نہیں بنایا جائے گا۔

☆ حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے۔

حدیث:

ا۔ عن علی بن أبی طالب قال كما نزلت ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا قالوا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم أفِىْ كُل عامٍ فسكت فقالوا يا رسول الله في كل عام قال لا ولو قلت نعم وَجَبَت فانزل الله تعالىٰ يا يها الذين امنوا لا تسالوا عن اشياء ان تبدلكم تسؤكم (۳)

ترجمہ: ''روایت ہے علی بن ابی طالب سے کہ جب اتری یہ آیت ﴿ولله ......﴾ یعنی آدمیوں میں جو طاقت

ا۔ البقرة: ١٩٦

٢۔ آل عمران: ٩٧

٣۔ ترمذی، جامع ترمذی، ضیاء الاحسان، پبلیشنرز، لاہور ١٩٨٨ء، باب ما جاء كم فرض الحج، ص

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا، سو اتاری اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿یآیھا الذین.....﴾ یعنی اے ایمان والو! نہ پوچھو بہت سی چیزوں کو اگر ظاہر ہوں تم پر تو بری لگیں تم کو یعنی شاق گزریں تم پر۔

حج کے واجب ہونے کی شرائط

۱۔ مسلمان ہونا۔

۲۔ حج کی فرضیت سے واقف ہونا یا دارالسلام میں ہونا۔

۳۔ بالغ ہونا نابالغ بچوں پر حج فرض نہیں۔

۴۔ عاقل ہونا، مجنون، مست، بیہوش پر حج فرض نہیں۔

۵۔ آزاد ہونا، لونڈی غلام پر حج فرض نہیں۔

۶۔ استطاعت یعنی اس قدر مال کا مالک ہونا جو ضرورت اصلیہ سے اور قرض سے محفوظ ہو اور اس کے زاد راہ و سواری کے لیے کافی ہو جائے۔ (۱)

مختصر طور پر شریعت نے فرض حج کی ادائیگی میں جو تحقیقات اور آسانی فراہم کی ہیں ان کو درج ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ بندوں کا حق (مثلاً قرض) فرض الٰہی (مثلاً حج) پر مقدم ہے۔ اسے یوں سمجھنا چاہیے کہ اگر بندوں کا حق جکڑے ہوئے ہوں تو حج فرض ہی نہیں ہوتا۔

۲۔ اجتماعی مفاد کے لیے انفرادی حج ملتوی بھی ہوسکتا ہے۔

۳۔ طواف بیت اللہ میں تعداد کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی اور مناسک حج کا تقدم و تاخر بھی کوئی اہم چیز نہیں۔

۴۔ اجتماعی مفاد کی شکل بدل جانے سے مسائل بھی بدل جاتے ہیں۔

۵۔ قربانی کی مقدار مختلف حالات میں مختلف ہوسکتی ہے۔ (۲)

۱۔ فاروقی، مولانا عبد الشکور، علم الفقہ۔ دار الاشاعت کراچی۔ ۱۳۸۴ ہجری، حصہ پنجم، ص [illegible]

۲۔ پھلواری، مولانا محمد جعفر شاہ، اسلام دین آسان، ادارئہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ لاہور۔ ص [illegible]

۱۔ عقد بیع میں اصول یہ ہے کہ بیع معدوم ناجائز ہے۔ (۱)

لیکن حاجت کی بنا پر اجارہ، عقد بیع مسلم اور عقد استنارع جو بیع معدوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جائز ہیں۔ (۲)

۲۔ دین (قرض) کے بدلے دین ممنوع ہے لیکن حاجت کی بناء پر جائز ہے۔ جس میں ایک دین کے بدلے دوسرے دین کو قبول کیا جاتا ہے۔ (۳)

۳۔ عقود میں غرر (معاہدہ کے کسی ضروری جز سے لاعلمی) کی بناء پر معاہدہ ناجائز قرار پاتا ہے لیکن حاجت کی بناء پر جعالہ، قراض اور مضاربت جائز قرار دیا گیا۔ (۴)

۴۔ باہمی معاملات میں کسی شخص کے کسی حق کو کم نہیں کیا جاسکتا لیکن صلح کی صورت میں حاجت کی بناء پر کمی کی جاسکتی ہے۔ (۵)

۵۔ سونے چاندی کے تبادلے میں ایک طرف سے تاجیل نہیں ہوسکتی دونوں طرف سے ایک ہی وقت میں ہاتھوں ہاتھ لین دین ہونا چاہیے۔ (۶)

لیکن سونا چاندی نقدی کی صورت میں ہو تو قرض جائز ہے۔ حالانکہ اس میں لین دین ہاتھوں ہاتھ نہیں ہوتا بلکہ الگ الگ اوقات میں ہوتا ہے اور ان اوقات میں خاصا وقفہ پایا جاتا ہے۔ (۷)

۶۔ قرآن کریم میں معاہدے کی پابندی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ مثلاً اوفوا بالعقود (۸) یعنی وعدے کی پابندی کرو اوفوا بالعهد (۹) یعنی عہد کی پابندی کرو۔ ان العهد كان مسئولا (۱۰) یعنی عہد کے بارے میں سوال کیا

۱۔ البخاری، صحیح بخاری، کتاب البیوع ۔ ص: ۱/۴۷۷

۲۔ السید سابق، فقه السنة، ص: ۱۷۸/۳

۳۔ السید سابق، فقه السنة، ص: ۲۱۱/۳، ۲۱۲

۴۔ السید سابق، ص: ۷۹

۵۔ ابوداؤد، سنن داؤد، کتاب القضاء، ص: ۹۵/۳، ۹۶

۶۔ الطحاوی، شرح معانی الآثار، ص: ۴۳/۴۔۵۵

۷۔ السید السابق، فقه السنه، ص: ۱۴۴/۳۔۱۴۵

۸۔ المائدہ: ۱

۹۔ الاسراء: ۳۴

۱۰۔ الاسراء: ۳۴

ہوئی شرطوں کے پابند ہیں۔ ان اصولی پابندیوں کے باوجود خود شارع کی طرف سے حاجت، ضرورت اور مصلحت کے وقت مختلف قسم کے خیارات مہیا کیے گئے ہیں۔ مثلاً خیار بیع، خیار مجلس، خیار وصف، خیار نقد، خیار تعین، خیارِ شرط، خیار رؤیت، خیار عیب، خیار غبن مع تعزیر۔[۲]

ان خیارات کے ذریعے معاہدے کی بعض شروط سے انحراف کیا جاتا ہے تاکہ ضرر سے بچا جائے اور نقصان اٹھانے والے فریق کے حقوق کی حفاظت ہو سکے۔

۷۔ بیع بالوفا کا جواز حاجت کی بناء پر تھا جب اہل بخارا پر قرضے کا بار زیادہ ہو گیا تو اس کی ضرورت پیش آئی اور انہیں قرض کی زحمت سے بچانے کے لیے بیع بالوفا کو جائز قرار دیا گیا ہے۔[۳] اور حرمت سود سے بچنے کے لیے شرعی حیلہ اختیار کیا گیا۔[۴]

۸۔ نکاح کا تعلق معاملات فی عقود سے ہے۔ شریعت میں مردوں کے لیے اجنبی عورت کی طرف نظر کرنا ممنوع ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل حالات ِضرورت میں ایسا کرنا جائز کر دیا گیا ہے۔ اور یہ اقدام سہولت کے پیش نظر ہیں۔

الف۔ نکاح کا پیغام دینے والا دیکھ سکتا ہے۔

ب۔ شہادت کے لیے قاضی، گواہ عورت کو دیکھ سکتا ہے۔ یا گواہ کسی فریق عورت کو شناخت کرتے ہوئے دیکھ سکتا ہے۔

ج۔ عورت سے معاملہ کرتے وقت معاملے کا دوسرا فریق دیکھ سکتا ہے۔

د۔ علاج معالجے کی غرض سے طبیب عورت کو دیکھ سکتا ہے۔[۵]

بیع کی بعض صورتیں (نقصان دہ) ممنوع تھیں لیکن ضرورت وحاجت کے وقت انہیں جائز کر دیا گیا۔ مثلاً

الف۔ خلاف قیاس طور پر بیع سلم کی اجازت دی گئی۔

۱۔ الترمذی، سنن ترمذی، ابواب الاحکام، ص: ۱/۲۲۴

۲۔ السید السابق، فقه السنة، ص: ۳/۱۰۹۔۱۲۰، المرغینانی، الهدایة، ص: ۳/۳۰، ۲۸، ۵۵

۳۔ علی حیدر، شرح مجلة الاحکام العدلیه ماده، ۳۲، ص: ۱/۳۸

۴۔ محمصانی، ڈاکٹر صبحی، فلسفه شریعت اسلام، ص: ۳۴۵

۵۔ السیوطی، الاشباه والنظائر، ص: ۷۸

ج۔ انار اور انڈے وغیرہ کو چھلکے سمیت بیچنا جائز ہے۔ حالانکہ فریقین کو علم نہیں ہوتا کہ اندر سے یہ خراب ہے یا صحیح اور اس عذر کا امکان رہتا ہے۔

د۔ استصناع (آرڈر پر کوئی چیز بنوانا) بیع المعدوم ہے جو ممنوع ہے لیکن ضرورت اور کثرت حاجت کے لیے اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔ (۱)

بیع میں دھوکہ، فریب اور غبن کی روک تھام کے لیے اور دیگر ضرورتوں کے پیش نظر حسب ذیل صورتیں جائز کی گئیں۔

۱۔ خیارات: متاثرہ فریق کے لیے اختیار باقی رکھا گیا کہ وہ معاہدہ کو منسوخ کر سکے۔ ان میں خیار مجلس، خیار شرط، خیار عیب، خیار غبن اور خیار رویت شامل ہیں۔

۲۔ اقالہ کسی فریق کو بیع کی حاجت نہ رہے تو بیع فسخ کر سکتا ہے، بشرطیکہ دوسرا فریق رضا مند ہو۔

۳۔ شفعہ: زمین وغیرہ کی فروخت میں بائع کے کسی ہمسائے یا شریک کو بیع سے ضرر پہنچنے کا خوف ہو تو وہ قاضی کے پاس دعویٰ کر کے انہیں شرائط پر وہ اراضی خرید سکتا ہے۔ جن شرائط پر مشتری نے خریدی تھی۔ دوسری صورت میں وہ اپنے آپ کو مشتری کی جگہ پر رکھوا سکتا ہے۔ (۲)

☆ قیاس ہمیں دوسروں کی ملکیت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن لوگوں کی ضرورتیں اور حاجتیں پوری کرنے کے لیے مندرجہ ذیل صورتوں کو جائز کر دیا گیا:

الف۔ اجارہ، اس میں دوسرے شخص کو کوئی چیز کرایہ پر لے کر اس سے نفع اٹھایا جا سکتا ہے۔

ب۔ اعارہ اس میں دوسرے شخص کی کوئی چیز بلا کرایہ محض تبرع کے طور پر لے کر استعمال کی جاتی ہے اور ضرورت پوری ہونے کے بعد واپس کر دی جاتی ہے۔

ج۔ قرض، اس میں دوسرے شخص کی کوئی چیز لے کر استعمال کر لی جاتی ہے اور بعد میں اس کے بدل میں اس طرح کی دوسری چیز واپس کر دی جاتی ہے۔

د۔ شرکت، مضاربت، مزارعت اور مساقاۃ ایسی صورتیں ہیں جن میں دوسرے شخص کی زمین یا مال استعمال ہوتا ہے اور بعد میں منافع میں فریقین شریک ہو جاتے ہیں۔ ان طریقوں سے لوگوں کی بے شمار ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ (۳)

۱۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص: ۹۸

۲۔ ایضاً، ص: ۱۰۱

۳۔ ایضاً، ص: ۱۰۳، ۱۰۴

فصل دوم

ممنوعاتِ شرعیہ میں اصولِ تیسیر

ا۔ حرام:

(i) حرام: حرام وہ فعل ہے۔ جس سے رکنے، بچنے اور نہ کرنے کا شارع نے حتمی ولازمی طور پر مطالبہ کیا ہو۔ خواہ اس کی دلیل قطعی جیسے حرمت زنا یا ظنی ہو جیسے وہ امور جن کی ممانعت ان احادیث سے ثابت ہے جو خبر واحد کے درجہ میں ہیں۔ احناف کے نزدیک حرام کے اطلاق ان ممنوعہ امور پر ہوتا ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہیں، جو دلیل ظنی سے ثابت ہیں۔ ان کو وہ مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ کسی چیز کا حرام ہونا ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے جو اس کے حکم میں استعمال کیے گئے ہیں (۱)

حرام کی دو اقسام ہیں:

محرم

محرم لذاتہ ——— محرم لغیر لذاتہ

۱۔ **محرم لذاتہ:** محرم لذاتہ سے مراد یہ ہے کہ شارع نے ایک چیز کو اس لیے حرام کیا ہو کہ خود اس چیز کی ذات سے نقصانات ومفاسد وابستہ ہوں اور کبھی اس سے علیحدہ نہ ہوں، جیسے زنا، ان رشتہ داروں سے شادی کرنا جن سے شادی کرنا شریعت میں حرام ہے، مردار کھانا اور اس کا بیچنا، چوری کرنا، ناحق کسی شخص کو قتل کرنا، ایسے ہی دوسرے کام جو ذاتی طور پر حرام ہیں۔ (۲)

۲۔ **محرم لغیرہ:** محرم لغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ جو اصل میں شرعاً جائز ہو، کیونکہ اس میں اپنی ذات سے کوئی خرابی یا نقصان وابستہ نہیں ہوتا، یا اس میں نفع غالب ہوتا ہے اور نقصان مغلوب لیکن اس کے ساتھ ایسی چیز مل ہوئی ہوتی ہے۔ جو اس کو حرام کر دیتی ہے۔ جیسے غصب کی ہوئی زمین میں نماز ادا کرنا، جمعہ کی اذان کے وقت یا اس کے بعد خرید وفروخت کرنا، جس عورت کو تین طلاق ہو چکی ہوں اس سے اس غرض سے نکاح کرنا کہ وہ طلاق دینے والے شوہر کے لیے حلال ہو جائے۔ جس عورت کے ساتھ ایک شخص کی منگنی کے بارے میں بات چیت ہو رہی ہو، یا بات چیت پختہ ہو چکی ہو۔ دوسرے شخص کا اس کو شادی کا پیغام دینا طلاق بدعی، اور اسی طرح کے دوسرے امور جو فی نفسہ تو حرام نہیں ہیں۔ لیکن بعض خارجی اسباب کی بناء پر حرام ہو جاتے ہیں۔ (۳)

۱۔ زیدان، عبد الکریم، الوجیز فی اصول الفقه، ص: ۶۲۔ (ترجمہ واضافہ ڈاکٹر احمد حسن، مطبع مجتبائی پاکستان ہسپتال روڈ، لاہور) ۱۹

۲۔ ایضاً، ص: ۶۳۔ ۶۴

شریعت نے مردار، خنزیر اور خون کو حرام قرار دیا ہے۔ لیکن بحالت مجبوری اس میں انسان کے لیے تخفیف رکھی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میته او دما مسفوحا اولحم خنزیر فانه رجس او فسقا اهل لغیر الله به فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان ربک غفور رحیم﴾ (۱)

ترجمہ: ''کہہ دیجیے میری طرف جو کچھ وحی کیا گیا ہے اس میں کوئی چیز حرام نہیں پاتا جسے کھانے والا کھاتا ہو ما سوائے مردار یا بہتے ہوئے خون یا خنزیر کے گوشت جو کہ ''رجس'' ہے یا قربانی کرتے ہوئے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے لیکن جو شخص مضطر ہو جائے جبکہ وہ نہ تو باغی ہو اور نہ حد سے بڑھے تو اس کے لیے تیرا رب غفور ورحیم''

خمر کے استعمال میں ابن عابدین نے حنیفہ کا نقطہ نظر اس طرح واضح کیا ہے کہ گلے میں پھنسے ہوئے لقمہ کو نگلنے اور پیاس کی شدت کو کم کرنے کے لیے خمر کا استعمال ضروری ہے۔ اور اسے ترک کرنے والا گناہ گار ہوگا یہ استعمال احیاء نفس کے لیے ہے۔ (۲)

''عن جابر بن سمرة ان اهل بیت کانوا بالحرة محتا جین، قال فماتت عندهم ناقة لهم او بعیرهم فرخص لهم النبی صلی الله علیه وسلم فی اکلها'' (۳)

جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ مقام حرہ میں ایک محتاج خاندان تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے ہاں ان کی ایک اونٹنی مر گئی یا اونٹ مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رخصت دی کہ اسے کھالیں۔

حدود میں یسر

بہر کیف اسلام میں حدود وتعزیرات جو کچھ بھی ہیں وہ بظاہر یسر کے خلاف نظر آتی ہیں لیکن واقع یہ ہے کہ اگر اس کے تمام مالہ وعلیہ پر نظر ڈالی جائے، تو اس میں کوئی عسر نہیں دکھائی دے گا۔ بلکہ وہ کم سے کم سزائیں ہیں اور ایسے

---

۱. الانعام: ۱۴۵

۲. موسوعة الفقه، مطابع دار الصفرة للطباعة والنشر والتوزیع ۱۴۱۳ هجری، ص: ۱۴/۷۱

۳. احمد، مسند امام احمد، ص: ۵/۸۷

ہو۔ چند حقائق پر غور فرمائیے۔

ا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حدود کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہے کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر سزا کے بہانے پیدا کرو اور تلاش کرتے رہو کہ کس کس کو زیادہ سے زیادہ کتنی سزا دی جاسکتی ہے۔ بلکہ حدود کی روح اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہاں چشم پوشی اور درگزر کے بہانے تلاش کرائے جاتے ہیں اور معافی کی غلطی کو سزا کی غلطی پر ترجیح دی جاتی ہے۔

۱۔ ادرء وا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر له من ان یخطئ فی العقوبة (۱)

ترجمہ: ''تم سے جہاں تک ممکن ہو سکے مسلمانوں کو حدود سے بچاؤ۔ کوئی صورت بھی اس سے محفوظ رہنے کی ہو تو اس سے محفوظ رہنے کی نکل سکے تو اسے بچالو کیونکہ امام کے لیے معافی میں چوک جانا سزا میں چوک جانے سے زیادہ بہتر ہے۔

۲۔ ادفعوا الحدود عن عباد الله ما وجدتم له مرفعاً (۲)

ترجمہ: ''کوئی صورت بھی بچاؤ کی پیدا ہو تو اللہ کے بندوں کو حدود سے بچالیا کرو''۔

اذا ضرب احدکم فلیتق الوجه (۳)

ترجمہ: ''حد لگاتے وقت چہرے پر مارنے سے پرہیز کرو''۔

۴۔ ''قال رافع بن عمر و کنت ارمی نخل الانصار فاخذونی فذهبوا إلی النبی صلی الله علیهوسلم فقال یا رافع لم ترمی نخلهم؟ قلت یا رسول الله الجوع، قال لاترجم وکل ما وقع، اشبعک الله و اس وارواک (۴)

رافع بن عمرو کہتے ہیں، میں ڈھیلے مار مار کر انصار کے نخلستان سے کھجوریں گرا رہا تھا کہ ان لوگوں نے مجھے پکڑ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیوں اندوری کیوں کر رہے تھے؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک نے مجبور کردیا تھا۔ فرمایا

ا۔ پھلواروی، محمد جعفر شاہ، اسلام دین آسان، ص:۳۵۱

۲۔ ترمذی، حاکم، ابن ابی شیبه، بهقی عن عائشه، بحواله پهلواروی، مولانا محمد جعفر شاه، دین آسان، ص: ۳۵۲

۳۔ این ماجه عن ابی هریرةؓ، بحواله سابق، ص: ۳۵۲

۴۔ ابوداؤد، عن ابی هریرةؓ، بحواله سابق، ص: ۳۵۲

اور سیراب کرے۔

شریعت نے حدود اور تعزیر میں جو سہولیات اور تحقیقات فراہم کیں۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ کوڑے لگانے کا مقصد جان سے مارنا نہیں بلکہ صرف عبرت پیدا کرنا ہے۔

۲۔ حد جاری کرنے میں انتہائی احتیاط لازمی ہے۔ اگر کوئی معمولی سا بہانہ بھی اسے سے بچنے کا پیدا ہوتے تو اسے اختیار کر لینا چاہیے۔

۳۔ یہ سزا بقدر برداشت ہونی چاہیے۔

۴۔ منہ پر نہ مارنا چاہیے۔

۵۔ قاضی کے سامنے جب مجرم آئے تو اسے ایسا انداز گفتگو اختیار کرنا چاہیے کہ مجرم اقرار جرم سے پھر جائے۔ مجرم اقرار جرم سے پھر جائے اور سزا سے بچ جائے۔[۱]

☆ حد سرقہ کے نفاذ میں بھی مختلف وجوہ کی بناء پر رعائت کا ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تقطع الایدی فی السفر[۲]

سفر میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔

خمس (مال غنیمت کا پانچواں حصہ) کے ایک غلام نے مال خمس میں چوری کی جب معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ نہیں کٹوایا، اور فرمایا کہ دونوں کا خدا کا مال ہیں۔ ایک نے دوسرے کو چرالیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

لا تقطع الید فی عذق وعام سنة[۳]

خوشہ کی چوری اور قحط سالی میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔

۱۔ پھلواری، مولانا محمد جعفر شاہ، اسلام آسان دین، ص: ۳۵۵

۲۔ ابوداؤد ونسائی از مشکوۃ باب قطع السرقة بحوالہ امین محمد تقی، احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعائت، ص: ۳۱

۳۔ اعلام الموقعین، بحوالہ مذکورہ، ص: ۳۲

مکروہ:

تعریف: حکم شرعی تکلیفی کی چوتھی قسم مکروہ افعال کے بارے میں ہے، لفظ مکروہ ''ک۔ر۔ہ'' سے مشتق ہے اس کے لغوی معنی کسی شے کو ناپسند اور قابل کراہت سمجھنے کے ہیں۔

قرآن حکیم میں یہ لفظ اپنے اس لغوی مفہوم میں کثرت سے استعمال ہوا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ. وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ. وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ. وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[۳]

ترجمہ: ''تم پر لڑنا فرض کر دیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناپسند ہے اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے مگر وہ انجام کے اعتبار سے تمہارے حق میں بہتر ہو''۔

شریعت کی اصطلاح میں مکروہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

''اس سے مراد ایسا فعل ہے جس سے شریعت اسلامیہ نے غیر حتمی طور پر روکا اور منع کیا ہو۔''[۴]

کسی فعل کے مکروہ ہونے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کی حرمت کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ ہو جو اس کی عدم حرمت پر دلالت کرے۔ جیسے ارشاد باری ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾[۵]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! ان باتوں کے متعلق نہ پوچھو کہ اگر وہ تمہارے سامنے ظاہر کر دی جائیں تو تم کو بری لگیں''۔

مکروہ کی اقسام

احناف نے مکروہ کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ المرغینانی، الهداية، كتاب الحدود، ص: ۲/۳۶۱

۲۔ المرغینانی، الهداية، كتاب الحدود، ص: ۲/۳۵۳

۳۔ البقرة: ۲۱۶

۴۔ محمد ابو زهره، اصول الفقه، ص: ۴۵

۵۔ المائدہ: ۱۰۱

۱۔ مکروہ تحریمی: احناف کے ہاں مکروہ تحریمی دراصل فعل کی جانب وجوب کے بالمقابل ہے۔ یعنی کوئی ایسا فعل جس کی حرمت کسی ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں کچھ شبہ ہو۔ انہوں نے مردوں کے لیے ریشم، سونا اور چاندی پہننے کو، اور اس شخص کے لیے جس کا گمان غالب یہ ہو کہ وہ اپنی بیویوں سے عدل نہیں کرسکے گا، دوسرے نکاح کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔

۲۔ مکروہ تنزیہی: احناف نے مکروہ تنزیہی سے وہ افعال مراد لی ہے جن کی ممانعت غیر حتمی صورت پر ثابت ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان اللہ یکرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السوال واضاعۃ المال

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بیکار یا زیادہ باتیں کرنے، کثرت سے سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو ناپسند کرتا ہے۔

ایک دوسری حدیث ہے:

البغض الحلال الی اللہ الطلاق[۲]

ترجمہ: جائز کاموں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے

دوسری صورت کی مثالیں یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَسْـَٔلُوا۟ عَنْ أَشْيَآءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ. وَإِن تَسْـَٔلُوا۟ عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ ٱلْقُرْءَانُ تُبْدَ لَكُمْ. عَفَا ٱللَّهُ عَنْهَا. وَٱللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴾[۳]

ترجمہ: ''اے ایمان والو تم ایسی باتیں نہ پوچھا کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کردی جائیں تو تم کو بری معلوم ہوں۔

﴿وان تسئلوا عنھاحین ینزل القرآن تبدلکم عفا اللہ عنھا، غفور رحیم﴾[۴]

ترجمہ: ''اور اگر تم ایسے زمانے میں جبکہ نزول قرآن کا سلسلہ جاری ہے ایسی باتیں پوچھتے رہوگے تو اس کا قوی احتمال ہے اس لیے کہ ان کو ظاہر کردیا جائے گزشتہ سوالات کو اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والا

۱۔ محمد ابو زھرہ، اصول الفقہ، ص: ۶۴۵۔۶۴۷
۲۔ زیدان، عبد الکریم، الوجیز، فی اصول الفقہ.
۳۔ المائدہ: ۱۰۱
۴۔ المائدہ: ۱۰۱

مکروہات میں تیسیر کا پہلو:

مکروہات میں اصول تیسیر کے درج ذیل پہلو ہیں:

۱۔ جو شخص جنون کے مرض میں مبتلا ہو، وہ اگر اپنی بیوی کو طلاق دے تو وہ طلاق واقع نہ ہوگی۔

۲۔ مریض اگر مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق دے اور بوقت وفات ابھی وہ عورت عدت میں ہی ہو تو وہ عورت اس مریض کی وارثہ ہوگی اور وراثت کے حقوق سے محروم نہ ہوگی۔ (۲)

۳۔ اگر شوہر کو جنون ، برص یا جذام ہو تو امام احمد کے نزدیک اس کی (بیوی) کو یہ اختیار ہے کہ نکاح فسخ کرائے تاکہ اس کی ذات سے ضرر دور ہو" امام شافعی کی بھی یہی رائے ہے۔ (۳)

۱۔ ابن جزری، قوانین الفقهه، ص: ۱۵۱

۲۔ المرغینانی، الهدایة، کتاب الطلاق، ص: ۲/۲۳۷

۳۔ المرغینانی، الهدایة، کتاب الطلاق، ص: ۲/۳۰۱۔۳۰۲

خلاصہ باب سوم

☆ باب سوم میں ماءمورات شرعیہ اور ممنوعات شرعیہ کو ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔

یہ باب دو حصوں پر مشتمل ہے۔

(۱) اوامرِ شرعیہ۔ (۲) ممنوعاتِ شرعیہ

☆ فصل اول دو اجزاء پر مشتمل ہے۔

(۱) عبادت (۲) معاملات۔

☆ عبادات میں طہارت ،نماز ،زکوۃ ،روزہ اور حج پر روشنی ڈالی گئی ہے۔جبکہ دوسرے جز میں معاملات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

☆ جبکہ فصل دوم میں ممنوعات شرعیہ کے ذیل میں دو اجزاء بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) حرام (۲) مکروہ

☆ دونوں اجزاء کو لغوی و اصطلاحی تعریف کے ساتھ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ امثال بھی بیان کی گئی ہیں۔

باب چہارم

اصولِ تیسیر کے اسباب/ضرر کے ازالے کی تدابیر

فصل اوّل: اصولِ تیسیر کے اسباب

فصل دوم: ضرر کے ازالے کی تدابیر

ا۔ استثنائی صورتیں

ب۔ مشقت کے درجے اور مرتبے

ج۔ رخصت کی اقسام

فصل اوّل

اصولِ تیسیر کے اسباب

اصولِ تیسیر کے اسباب

ذیل میں چند وہ اسباب بیان کئے جاتے ہیں جن سے احکام میں تخفیف وسہولت کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ [illegible] حالات ومسائل کا حل تلاش کرنے میں بھی ان سے مدد ملتی ہے۔

۱۔ سفر	۲۔ مرض
۳۔ اکراہ	۴۔ نسیان
۵۔ جہل	۶۔ جنون
۷۔ نقص طبعی	۸۔ نیند
۹۔ صغرسنی	۱۰۔ افلاس
۱۱۔ موسمی حالات	۱۲۔ حاجت
۱۳۔ بھوک پیاس	۱۴۔ عموم البلوی
۱۵۔ خوف	۱۶۔ ضرر

۱۔ سفر:

شرعی طور پر انسان مسافر اس وقت ہوتا ہے جب کہ تین باتیں پائی جائیں۔

(الف) مسافتِ شرعی ۴/۱ ۷۷ کیلو میٹر طے کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

(ب) ابتداءِ سفر سے ہی کم از کم مسافتِ سفر کے بقدر جانے کا ارادہ ہو۔

(ج) اور وہ اسی ارادہ کے ساتھ اپنے مقام کے حدود سے نکل بھی جائے۔

لہذا اگر سفر کا ارادہ کیا نکلا نہیں یا نکلا مگر بوقت خروج مسافتِ شرعی کا ارادہ نہیں یا سفر کے ارادہ سے ہی نکلا مگر [illegible] حدود شہر سے باہر نہیں ہوا تو ان صورتوں میں سفر کے احکام اس پر جاری نہ ہوں گے۔ البتہ جب آغاز سفر کے وقت سے ہی مسافت شرعی کے ارادہ کے ساتھ رہے حدود سے نکل جائے تو مسافر شرعی ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی شخص کی رہائش نہ تو مکان میں [illegible] خیمہ میں تو وہ مسافر اس وقت ہوگا جب اپنی رہائش گاہ کے متعلقہ جگہوں سے آگے بڑھ جائے۔[1]

۱۔ [illegible] ، اردو بازار کراچی، ص [illegible]

ترجمہ: ''جو شخص بستی سے سفر کرنے کی نیت کر کے نکلے اور تین دن اور تین رات سفر کرے تو وہ مسافر ہے''۔

سفر کی وجہ سے شرعی سہولتیں:

سفر کی دو قسمیں ہیں اور ان دونوں سے متعلق رخصت اور سہولتیں یہ ہیں۔

(الف) شرعی سفر: یہ کم از کم ۴۸ میل کا ہوتا ہے۔ اتنی دور کی مسافت کا ارادہ کر کے چلنے سے مسافر کو وہ تمام سہولتیں حاصل ہو جاتی ہیں جو شریعت نے اسے عطا فرمائی ہیں۔ مثلاً بجائے چار رکعت کے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ سنتوں کی تاکید ختم ہو جاتی ہے۔ روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ موزہ پر تین دن اور تین رات تک مسح کرتے رہنا جائز ہوتا ہے۔ اور قربانی اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔

(ب) عام کاروباری سفر: اس میں مذکورہ طبعی مسافت کی قید نہیں بلکہ انسان اپنے روزمرہ کے کاروبار کے سلسلہ میں وطن سے کچھ دور نکل جاتا ہے اور جلد ہی واپس آ جاتا ہے۔ اس سفر کی رخصتیں میں جمعہ عیدین اور جماعت کے ترک کی اجازت پانی ایک میل دور ہونے کی صورت میں تیمم کا جواز اور جانور پر سوار نوافل پڑھنے کی اجازت وغیرہ شامل ہیں۔(۲)

۲۔ مرض:

مرض کے حالات کی رخصتیں فقہی احکام میں بہت ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

وضو اور غسل کرنے میں مرض بڑھ جانے یا اس کے دیر میں اچھے ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم کی اجازت ہے۔ مرض کی حالت میں بیٹھ کر لیٹ کر، اشارہ کے ذریعہ جس طرح بھی سہولت ہو نماز پڑھنا جائز ہے۔ روزہ کے دنوں میں روزہ نہ رکھنا، مرض کی وجہ سے اعتکاف سے باہر ہو جانا حج میں اپنا قائم مقام شخص بھیج دینا وغیرہ سب کی گنجائش ہے۔(۳)

۱۔ دُرِّ مختار، از مولوی خرم علی، قانونی کتب خانہ کچہری روڈ لاہور۔ ص:۱/ ۵۷۸

۲۔ امینی، مولانا محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱۹۹۱ء، ص:۳۱۸

۳۔ ایضاً، ص:۳۱۹

(تعریف) ''اکراہ رضامندی کی ضد ہے اور اس کا معنی ہے کسی شخص کو دھمکی یا دباؤ کے تحت اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے پر مجبور کرنا''(۱)

اکراہ سے ایسے امر کی تہدید ہے جو انسان کے لئے مضرت رساں اور تکلیف دہ ہو۔ اکراہ کی ایک جامع تعریف یہ ہے جو شخص اکراہ پر قادر ہو وہ کسی ایسی فوری سزا کی دھمکی دے جس کی وجہ سے ایک با سمجھ انسان وہ فعل کرنے پر آمادہ ہو جائے جس کے کرنے پر اسے مجبور کیا جا رہا ہے اور اس کا گمان غالب یہ ہے کہ اگر وہ یہ کام نہیں کرے گا تو دھمکی دینے والا اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنائے گا۔(۲)

شریعت اسلامیہ نے حالت اکراہ میں تخفیف کو مدنظر رکھا ہے۔ شریعت کی رو سے کفر و شرک سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں، لیکن اس جرم بھی اکراہ کی صورت میں حرف نظر کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿من کفر بالله من بعد ایمانه الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیهم غضب من الله ولهم عذاب الیم﴾(۳)

ترجمہ: ''جو شخص ایمان لانے کے بعد خدا کے ساتھ کفر کرے سوائے اس کے کہ (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو لیکن وہ جو (دل سے اور) دل کھول کر کفر کرے تو ایسوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا سخت عذاب ہوگا''۔

اکراہ کی اقسام:

اکراہ کی تقسیم دو نقطۂ ہائے نظر سے ہے۔

ا۔ شدت کے اعتبار سے اکراہ کی اقسام

(الف) اکراہ تام (ب) اکراہ ناقص

۱۔ النسفی، نجم الدین ابن حفص، طلبه الطلبة فی الاصطلاحات الفقهیة، المکتبه المثنی بغداد، مطبعة العامرة، دار الطباعة العامرة، ۱۳۱۱ھ، ص: ۱۲۱

۲۔ عوده، عبد القادر، تشریح الجنائی الاسلام، ج ۱، ص: ۳۸۹، بحواله مواهب الجلیل، ص: [illegible]

۳۔ النحل: ۱۰۶

جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔[1]

(ب) **اکراہ ناقص**: اس میں مکرہ کی رضامندی ختم ہو جاتی ہے مگر اختیار فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں جان کے نقصان کا خطرہ نہیں ہوتا۔[2]

شریعت نے اکراہ کی صورت میں درج ذیل تخفیفات اور رخصت فراہم کی ہے۔

۱۔ اکراہ تام کی صورت میں خمر استعمال کرنے والے پر حد واجب نہیں ہوگی۔ کیونکہ اکراہ کے تحت خمر کا استعمال ہو جائے گا۔

۲۔ اگر کوئی شخص اکراہ تام کے تحت کسی دوسرے آدمی کا مال تلف کر دے تو مجبور کرنے والے پر ضمان واجب ہوگی کیونکہ مجبور شخص در اصل اس کا آلہ کار ہے۔ اکراہ ناقص کی صورت میں ضمان مجبور شخص پر عائد ہوگی کیونکہ وہ مجبور کرنے والے کا آلہ کار نہیں اس لئے کہ اکراہ ناقص مکمل طور پر اختیار کو سلب نہیں کرتا۔

۳۔ اگر کوئی شخص اکراہ کے تحت ایمان لانے پر مجبور کیا جائے تو اس کو مسلمان تسلیم کیا جائے گا۔ یہ صورت اکراہ کے تحت کفر کا کلمہ کہنے کے برعکس ہے۔

۴۔ اکراہ تام کے نتیجے میں قتل ہو تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمد کے نزدیک قصاص نہیں ہوگا، البتہ مجبور کرنے والے شخص کو تعزیر کی بناء پر سزا دی جائے گی اور جسے مجبور کیا گیا اس پر دیت عائد ہوگی۔ امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں (مکرِہ اور مکرَہ) پر قصاص واجب ہوگا۔ اکراہ ناقص کی صورت میں بالاتفاق مجبور شخص پر قصاص واجب ہوگا۔ کیونکہ

۵۔ اکراہ نکاح میں مؤثر نہیں ہوتا۔

۶۔ بیع اور ہبہ اکراہ سے فاسد ہو جاتے ہیں خواہ اکراہ تام ہو یا اکراہ ناقص۔

۷۔ اکراہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔

۸۔ اکراہ کی صورت میں روزے کی حالت میں کچھ کھا پی لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن قضا واجب ہوگی۔

۱۔ الکاسانی، بدائع الصنائع، جلد ۷، ص: ۱۷۵

۲۔ ایضاً

۱۰۔ اکراہ کے تحت کسی پر بہتان لگانے سے حدّ قذف جاری نہیں ہوگی۔

۱۱۔ اکراہ کے زیرِ اثر شراب کا پینا اور مردار کھانا مباح ہے۔

۱۲۔ دیوانی مسؤلیت کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ کسی جائز کام کے کرنے پر کوئی انسان مسؤل نہیں۔ البتہ اکراہ کے تحت اگر جائز فعل کے ساتھ کوئی ایسا عمل بھی سرزد ہوا ہو جو دوسرے کے لئے ضرر رساں ہو تو فاعل دیوانی کے طور پر مسؤل ہوگا مثلاً اگر کوئی شخص اکراہ کے تحت چوری کرے تو اسے حد جاری کی سزا تو نہ ہوگی البتہ مسروقہ مال کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔(۱)

۶۔ نسیان:

حاجت کے وقت کسی شے کے عدمِ ذکر (یاد نہ آنا) کو نسیان کہتے ہیں۔(۲)

لغت، فقہ اور اصولِ فقہ میں نسیان کا مفہوم ایک ہی ہے۔(۳)

سہو اور نسیان میں کوئی فرق نہیں۔(۴)

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نسیان کی بناء پر کسی ممنوع فعل کا ارتکاب کیا جائے تو مرتکب پر سے گناہ مطلقاً ساقط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے اللہ تعالے نے خطاء، نسیان اور اکراہ کی بناء پر کئے گئے افعال کو معاف کر دیا ہے۔(۵)

نسیان کی بناء پر ارتکابِ فعل یا ترکِ فعل واقع ہو تو اخروی گناہ ساقط ہو جاتا ہے لیکن دینوی نتیجہ ساقط نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا تدارک کرنا پڑتا ہے۔(۶)

مثلاً کوئی شخص نماز قائم کرنا، روزہ رکھنا یا زکوٰۃ ادا کرنا بھول جائے تو اس پر اس کی قضا واجب ہے۔ یا کسی کا مال تلف کر دے تو ضمان دے گا۔ البتہ جس کا تدارک نہ ہوسکتا ہو۔ مثلاً جہاد، جمعہ صلاۃ کسوف، صلاۃ جنازہ اور دیگر حقوق

۱۔ الکاسانی: بدائع الصنائع، جلد ۷ن ص: ۱۷۸، ۱۸۹، عبدالقادر عودہ: التشریع الجنائی الاسلامی، جلد ۱، ص: ۳۶۷، ۳۶۸

۲۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص: ۴۷۱

۳۔ الحموی، شرح الاشباہ والنظائر، ص: ۴۷۱

۴۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص: ۴۷۱

۵۔ عز الدین بن عبد السلام، قواعد الاحکام، ج ۲، ص ۲

۶۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص: ۴۷۳

روزہ کی حالت میں بھول کر کھا پی لیا یا بیوی سے مباشرت کر لی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جس نے روزہ کی حالت میں کھایا یا پیا، اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا۔(۲)

''شکار یا ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو شکار یا ذبیحہ کا کھانا جائز ہے''(۳)

البتہ بعض صورتوں میں بھول کر کوئی فعل انجام دیا جائے تو اسے عمداً تصور کیا جائے گا۔

۱۔ بھول کر قسم توڑ دے تو کفارہ لازم آئے گا۔(۴)

۲۔ بھول کر بیوی کو طلاق دے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔(۵)

۳۔ احرام کی حالت میں جو افعال ممنوع ہیں ان کا بھولے سے ارتکاب ہونے پر کفارہ لازم آئے گا۔(۶)

۵۔ جہل:

''جہل'' لغت میں علم کی ضد ہے۔ (القاموس العصری، مادہ جہل) اصطلاح فقہ میں احکام شریعہ سے واقف نہ ہونے کا نام جہل ہے، خواہ جزوی طور پر ہو خواہ کلی طور پر۔ ابن نجیم نے کہا ہے کہ جہل ایسے شے کے عدم علم کو کہتے ہیں جس کا علم ہونا چاہیے۔(۷)

شریعت کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ احکام شریعت کی مکمل واقفیت حاصل کی جائے اور اس مقصد کے لیئے حصول علم کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ جس نے اللہ کا کوئی حکم نہ مانا اور اس لئے اس کے مطابق عمل نہ کیا تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ اللہ کا حکم مانے۔(۸)

۱۔ عز الدين بن عبدالسلام، قواعد الاحكام، جلد ۲، ص ۲
۲۔ صحيح بخاری، بخاری، كتاب الصوم، ص: ۱/۶۸۷
۳۔ نظام الدين، اصول الشاشی فی الصول الفقه، ص: ۱۸
۴۔ ابن نجيم، الاشباه والنظائر، ص: ۴۷۳
۵۔ ايضاً
۶۔ ايضا.
۷۔ ابن نجيم، الاشباه والنظائر، ص: ۴۷۴
۸۔ القرافی، الفروق، ص: ۲/۱۴۸

۱۔ اسلام کی بنیادی تعلیم توحید ورسالت وغیرہ) سے لاعلمی دنیوی اور عدالتی مواخذہ سے [illegible] لیکن اخروی مواخذہ سے برأت نہ ہو سکے گی۔ ایک غیر مسلم اس بات کا مکلّف ہے کہ وہ بنیادی تعلیمات سے واقفیت حاصل کر کے اس پر عمل پیرا ہو۔ اس کے باوجود اگر وہ لاعلم رہتا ہے تو دنیوی معاملات میں وہ معذور سمجھا جائے گا کیونکہ شریعت نے دین کے معاملہ میں جبر و اکراہ کی کوئی شکل برداشت نہیں کی۔

۲۔ جن مسائل میں اجتہاد کی گنجائش ہو وہاں مثلاً کسی نے سمجھا کہ پچھنہ لگانے سے روزہ [illegible] پھر جان بوجھ کر کھا پی لیا تو روزہ کا کفارہ واجب نہ ہوگا۔

۳۔ دار الحرب میں کسی مسلمان کی شریعت سے لاعلمی بڑی حد تک عذر ہوگی بشرطیکہ تعلیم کی سہولتیں وہاں میسر نہ ہوں۔[1]

۶۔ جنون:

مجنون وہ ہے جس کی عقل جاتی رہی ہو اور وہ بات کو نہ سمجھ سکے اور کسی وقت بھی اسے افاقہ نہ ہوتا ہو۔[2]

مجنون کے بارے میں شریعت اسلامیة کے احکام وہی ہیں جو بچے صغیر السن کے بارے میں ہیں۔[3]

بے وقوف شخص بھی مجنون اور بچے کی طرح ہوگا۔[4]

بے وقوف کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنا مال بے تحاشا فضول اور بلا ضرورت حقیقی خرچ کرتا ہے۔[5]

اگر کسی پر جنون طاری ہو جائے اور اس حالت میں وہ روزے نہ رکھ سکے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ ایک یہ کسی وقت بھی جنون میں کوئی افاقہ نہیں ہوتا، ایسی صورت میں تو روزے بالکل معاف ہیں۔ نہ قضا ہی واجب ہوگی اور نہ فدیہ واجب ہوگا۔

۱۔ تقی مولانا محمد امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص: ۳۲۶،۳۲۵

۲۔ الجزیری، کتاب الفقہ، ص:۲/۳۶۶

۳۔ ایضاً، ص: ۳۶۷،۳۶۶

۴۔ ایضاً، ص:۶۸

ہے۔[1]

۷۔ نقص طبعی:

نقص طبعی سے مراد ہے کوئی جسمانی معذوری ہو مثلاً اندھا یا لنگڑا یا مریض ہونا قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿لیس علی الأعمی حرج ولا علی الأعرج حرج ولا علی المریض حرج﴾[2]

ترجمہ: ''نہ اندھے پر تنگی اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر روک''

نقص طبعی اسباب تخفیف میں شامل ہے۔ جب کوئی شخص طبعی نقص (مثلاً عدمِ بصارت، عدم سماعت، گونگا پن وغیرہ) کا شکار ہو تو روزمرہ کے کام کاج میں اسے غیر معمولی مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے۔ اور بعض دفعہ غیر معمولی مشقت کے باوجود کوئی کام انجام دینا ناممکن ہوتا ہے۔ لہذا طبعی نقص حالتِ ضرورت کی ایک صورت ہے جس میں تخفیف اور رخصت مہیا کی جاتی ہے۔

مندرجہ ذیل افراد نقص رکھتے ہیں۔

۱۔ عورت
۲۔ صغیر السن
۳۔ بوڑھا
۴۔ مجنون
۵۔ نابینا
۶۔ گونگا
۷۔ نائم[3]

۸۔ نیند:

نائم سے مراد وہ شخص ہے جو سویا ہو اور نیند کی حالت میں اسے یہ خبر نہ ہو کہ اس کے منہ سے کیا بات نکل رہی ہے اور اس کے اعضاء سے کن افعال کا ارتکاب ہو رہا ہے۔

۱۔ اصلاحی، محمد یوسف آسان فقہ اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۱۳۔ ای، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور ۱۹۹۹ء، ص: ۲/۲۲

۲۔ النور: ۶۱

۳۔ عرفانی، عبدالملک ڈاکٹر، اسلامی نظریہ ضرورت، ص: ۸۶

"تین اشخاص ایسے ہیں جن کو مرفوع القلم (جن پر گناہ لازم نہیں کیا گیا) قرار دیا گیا ہے۔ النائم یہاں تک کہ جاگے، مجنون یہاں تک کے درست ہو جائے اور الصبی (بچہ) یہاں تک کہ بالغ ہو"[1]

سویا ہوا شخص جب جاگے تو اس پر واجب ہے کہ قضا شدہ نماز ادا کرے۔[2]

لیکن اگر بوجہ بیماری نیند طویل ہو جائے یعنی ایک دن رات سے زائد ہو جائے تو قضا شدہ نمازوں اور روزوں کی قضا واجب نہیں۔[3]

۹۔ صغر سنی:

صغر سن کے معنی چھوٹی عمر کے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین اشخاص سے قلم (یعنی تکلیف شرعی) اٹھا لیا گیا ہے سوئے ہوئے سے یہاں تک کہ بیدار ہو، مبتلائے جنون سے یہاں تک کہ اچھا ہو اور طفل سے یہاں تک کہ بالغ ہو"۔[4]

نابالغ کے بارے میں بعض خصوصی احکام یہ ہیں۔

۱۔ نابالغ اگر اس عمر میں ہے کہ اپنے نفع ونقصان کو نہیں سمجھ سکتا تو وہ حدود و نقصاص اور تعزیرات سے بری مسؤل نہیں۔ البتہ نابالغ کو تادیب کی جا سکتی ہے۔

۲۔ نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

۳۔ نابالغ کو جنگ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ نابالغ کی قسم منعقد نہیں ہوگی۔[5]

۱۔ ابو داؤد، داؤد، کتاب الحدود. ص: ۳/ ۷۱۔

۲۔ السیوطی، الاشباہ والنظائر، ص: ۳۰۲

۳۔ الجزیری، کتاب الفقہ، جلد ۱، ص: ۴۸۸، ۴۸۹

۴۔ البخاری، جلد ۳، ص: ۴۳۱، کتاب المحاربین

۵۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص: ۴۷۹، ۴۸۴

دنیا کا سب سے ضعیف اور اس لیے مستحق رعایت وسہولت وہ طبقہ ہے جس کو ہم فقراء ومساکین کہتے ہیں۔ قرآن وحدیث میں اس طبقے کے لیے بہت سی سہولتیں اور رعائتیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ مسکین پر نہ زکوٰۃ فرض ہے نہ حج کیونکہ وہ اس کی مالی استطاعت نہیں رکھتا بلکہ جہاں تک زکوٰۃ کا تعلق ہے وہ دینے کے بجائے لیتا ہے۔ روزے کے معاملے میں بھی یہ حال ہے کہ اگر توڑے ہوئے روزے کا کفارہ نہ ادا کر سکے تو اس کے ساتھ بعض ایسی رعائتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں جو اہل دولت کے لئے نہیں۔ ایک مثال ملاحظہ ہو۔ نسائی میں حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ:

"بینا نحن جلوس عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ جاء رجل فقال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هلكت، قال صلی اللہ علیہ وسلم مالک؟ قال وقعت علی امرتی وانا صائم فقال هل تجد رقبة تعتقها؟ قال لاقال فهل تستطيع ان تصوم شهرين متتابعين؟ قال لا، قال تجد اطعام ستين مسكينا؟ قال لا قال اجلس فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرق فیہ تمر، قال این السائل؟ قال انا قال خذ هذا فتصدق به قال علی افقرمنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوا للہ ما بین لا بیتھا،یرید الحرتین اهل بیت افقر من اهل بیتی، فضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت انیابہ ثم قال اطعمہ اهلک"(۱)

ترجمہ: "ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آ کر کہنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو برباد ہوگیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا خیر تو ہے؟ کہنے لگا میں صوم (رمضان) کی حالت میں اپنی بیوی پر جا پڑا۔ فرمایا کیا تیرے پاس کوئی غلام ہے جسے تو آزاد کر دے؟ بولا نہیں فرمایا کیا تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتا ہے۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ کہا۔ نہیں۔ فرمایا اچھا بیٹھ جا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک تھیلا لائے۔ جس میں کھجوریں بھری ہوئی تھیں اور فرمایا کہ مسئلہ دریافت کرنے والا کہاں ہے؟ بولا میں ہوں فرمایا: اسے لے جا اور محتاجوں میں تقسیم کر دے۔ عرض کیا کہ اپنے سے زیادہ محتاج ہی کو دوں گا لیکن صورت حال یہ ہے کہ ان دونوں گوشوں یعنی دونوں وادیوں کے درمیان کوئی خاندان مجھ سے زیادہ محتاج نہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آ گئی اور دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور فرمایا کہ: اچھا جا اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دے۔

۱۔ پھلواروی، مولانا محمد جعفر شاہ، اسلام، دین آسان، ص: ۲۲۶، ۲۲۵

مقصد ایسا معاشی نظام ہے جس میں کوئی بھی بنیادی ضروریات زندگی سے محروم نہ ہو۔ اس مقصد کو مزید تقویت دینے کے لئے قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سینکڑوں جگہ انفاق اور صدقات کی ترغیب دی گئی ہے۔[1] مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿انما الصدقات للفقراء والمسکین والعلمین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن سبیل﴾[2]

ترجمہ: صدقے ہیں فقراء ومساکین کے لیے عمّال کے لیے مؤلفۃ القلوب کے لیے اور قیدیوں اور قرضداروں کے مصرف میں اور راہ خدا میں اور مسافروں کے مصرف میں۔

۱۱۔ موسمی حالات:

غیر معمولی موسمی حالات انسان کے لیے معمول کے مطابق کام کاج کرنے میں مشکلات پیدا کرتے ہیں اور بعض دفعہ انسان عادی اور معمول کے امور سرے سے ہی انجام نہیں دے سکتا۔ شریعت اسلامیہ نے ایسے حالات میں تخفیف مہیا کی ہے۔ یہ تخفیف طہارت اور عبادات میں مہیا کی گئی ہے۔ مثلاً

۱۔ آندھی کی گرد وغبار اور بھوسے کے پتے، ہوا کے جھکڑ سے پانی میں پڑیں تو اس سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔[3]

۲۔ سخت سرد یا سخت گرم پانی کے ساتھ وضو اور غسل ناجائز ہے کیونکہ اس سے ضرر پہنچتا ہے۔ کوئی اور پانی میسر نہ ہو تو غسل جناب اور وضو کے بجائے تیمّم کیا جا سکتا ہے۔[4]

۳۔ شدید سردی کے موسم میں وضو کرتے ہوئے مسح کیا جا سکتا ہے۔[5]

۴۔ بارش کا وہ پانی یا کیچڑ جس میں نجاست کی آمیزش ہو اور بارش کے دوران یا بارش کے بعد کو راستے میں موجود ہو اور وہ کسی شخص کے لباس یا پیروں میں لگ جائے تو وہ معاف ہے۔[6]

۱۔ ایضاً، ص: ۲۲۷
۲۔ التوبۃ: ۶۰
۳۔ الجزیری، کتاب الفقه، جلد ۱، ص: ۳۴
۴۔ ایضاً، ص: ۳۹
۵۔ فتاویٰ عالمگیریہ، کتاب طہارت، ص: ۳۲/۱
۶۔ الجزیری، کتاب الفقه، جلد ۱، ص: ۱۷

دیواروں کے سائے بڑھنے لگیں تاکہ مسجدوں تک لوگوں کو پہنچنے میں آسان ہو۔[1]

مندرجہ ذیل حالات میں جمعہ کی نماز اور نماز یا جماعت ترک کی جا سکتی ہے۔

(الف) بارش
(ب) ژالہ باری
(ج) رات کے وقت تیز ہوا
(د) شدید کیچڑ
(ھ) زلزلہ
(و) لو
(ز) دوپہر کو سخت گرمی
(ح) رات یا دن کو سخت سردی
(ط) سخت اندھیرا[2]

عقوبات پر عمل در آمد کے وقت موسمی حالات کو سامنے رکھا جائے۔ مثلاً سخت سردی اور سخت گرمی میں [illegible] سزا نہیں دی جائے گی۔ کیونکہ ایسی صورت میں معمول سے زیادہ تکلیف ہو سکتی ہے۔[3]

۱۲۔ حاجت:

حاجت سے مراد ایسی صورت حال ہے جس میں تنگی، مشقت اور تکلیف اس حد تک زیادہ ہو جائے [illegible] غالب یہ ہو کہ ضرر واقع ہوگا۔ چنانچہ فقہاء نے کہا کہ:

الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت او خاصة[4]

حاجت ضرورت کی جگہ لے لیتی ہے خواہ عام حاجب ہو یا خاص۔

حاجت کی اہمیت کے پیش نظر فقہ اسلامی کے بیشتر مسائل میں اسے بنیاد بنایا گیا ہے۔ حاجت کے تقاضے پر عمل ضروری ہوگا خواہ قیاس کے خلاف عمل کرنا پڑے، مثلاً اجارہ خلافِ قیاس ہے لیکن لوگوں کو اس کی شدید حاجت رہتی ہے اس لئے اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔[5]

۱۔ البخاری، جلد ۱، ص: ۲۶۵، کتاب مواقیت الصلاۃ
۲۔ السیوطی، الاشباہ والنظائر، ص: ۴۳۹
۳۔ المرغینانی، الهدایة، جلد ۲، ص: ۴۵۳، کتاب الحدود
۴۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص: ۱۱۵
۵۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص: ۱۱۵

بھوک اور پیاس انسان کی کمزوری ہے۔ اور شدید بھوک اور پیاس کے لاحق ہونے سے انسان کی زندگی جا سکتی ہے۔ لہذا قرآن کریم میں شدید بھوک کی حالت میں حرام شے کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿فمن اضطر غیر باغٍ ولا عاد﴾(۱)

ترجمہ: ''پس جو شخص اضطرار میں ہو بشرطیکہ وہ نہ تو خدا کی نافرمانی کرے اور نہ حد (ضرورت) سے باہر نکل جائے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿فمن اضطر فی مخمصة غیر متجانف لا ثمه﴾(۲)

ترجمہ: پس جو کوئی بھوک سے مضطر ہو جائے بشرطیکہ وہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو۔

۱۴۔ عموم البلویٰ:

عموم البلویٰ کا معنی بلویٰ کا عام ہو جانا ہے۔ بلویٰ کے لغوی مفہوم مصیبت ہے۔(۳)

فقہ اسلامی میں عموم البلویٰ سے مراد کسی بلا یا مصیبت یا شدید مشقت کا اس قدر عام ہو جانا ہے کہ لوگوں کے لیے اس سے بچنا مشکل ہو جائے ایسی صورت میں اگر بار بار اور اکثر اس مشقت، حاجت اور تکلیف سے دوچار ہونا پڑے تو یہ صورت حال ضرورت کا درجہ اختیار کر جاتی ہے۔ لہذا دین اسلام نے جو نرمی اور سہولت کا دین ہے ایسی صورت میں تخفیف، رخصت اور آسانی فراہم کی ہے۔(۴)

خوف:

شریعت اسلامیہ میں خوف کی مختلف حالتوں کو خطرے کی شدت کے لحاظ سے بہت اہمیت دی گئی ہے۔ چنانچہ دشمن کے خوف سے نماز میں تخفیف کی جا سکتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

۱۔ البقرة: ۱۷۳

۲۔ المائدة: ۳

۳۔ احمد حسن الزیات وغیرہ المعجم الوسیط، مادہ بلی

۴۔ عرفانی، ڈاکٹر عبد المالک، اسلامی نظریہ ضرورت، ص: ۷۵

ترجمہ: ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز کو کم (قصر) کر کے پڑھو بشرطیکہ تمہیں خوف ہو کہ لوگ تمہیں فتنہ میں ڈالیں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کمی کی یہ رعایت سفر تک بڑھا دی (۲) کیونکہ سفر میں بھی اس عدم سکون اور اضطراب کی کیفیت سے واسطہ پڑتا ہے۔ جیسی دشمن کے خوف سے پیدا ہوتی ہے۔ خوف کی حالت میں نماز اشارہ سے پیدل چلتے ہوئے اور سواری پر ادا کی جاسکتی ہے۔

﴿فان خفتم فرجالا او رکبانا﴾ (۳)

''اگر تمہیں خوف ہو تو پیدل یا سواری پر (نماز پڑھ لو)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل:

''کان عبداللہ بن عمر یصلی فی السفر علی الرحلته اینما توجهت به یومی و ذکر عبدالله ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یفصله'' (۴)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے، جس طرف بھی سواری کا رخ ہوتا، اشارہ کرتے اور عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کیا کرتے تھے''۔

۱۵ا۔ ضرر:

ضرر کے لغوی معنی تکلیف یا نقصان کے ہیں خواہ اس کا تعلق انسانی جسم سے ہو یا انسانی حقوق سے ضرر کا مفہوم بہت وسیع ہے معمولی ذہنی صدمے اور معمولی جسمانی تکلیف سے لے کر ہلاکت، شدید جسمانی عارضہ مالی نقصان اور حیثیت عرضی میں کمی تک ہر قسم کے نقصان اور الم کو ضرر کہہ سکتے ہیں۔ (۵)

۱۔ النساء: ۱۰۱

۲۔ البخاری، جلد ۱، ص: ۴۳۲، ۴۳۳

۳۔ البقرۃ: ۲۳۹

۴۔ البخاری، کتاب الصلاۃ۔ ص: ۱/۴۳۵

۵۔ عرفانی، عبدالمالک ڈاکٹر، اسلامی نظریہ ضرورت، ص: ۴۹

﴿لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده﴾[1]

ترجمہ: والدہ کو اس کے بچے کی وجہ سے ضرر نہ دیا جائے۔

﴿ولا یضآر کاتب ولا شهید﴾[2]

ترجمہ: کاتب اور گواہ کو ضرر نہ دیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا:

"لا ضرر ولا ضرار" (۳)

ترجمہ: (اسلام میں) نہ ضرر اٹھانا ہے نہ ضرر پہنچانا ہے۔

"ان الضرر هو ظلم والظلم ممنوع"[4]

ترجمہ: ضرر ظلم ہے اور ظلم ممنوع ہے۔

ضرر ایک ظلم ہے اس کا ازالہ ضروری ہے۔[5] جہاں کہیں ضرر دیا یا لیا جائے گا اسے دور کرنے کے لیے [illegible] وضع کیے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اصولی امور میں استثناء کو لیا جاتا ہے تاکہ فریقین معاہدہ یا متاثرہ شخص کو ضرر سے محفوظ رکھا جائے۔

اس کلیہ پر فقہ کے کثیر مسائل کی بنیاد رکھی گئی ہے جن میں خیارات بیع (مثلاً خیار تعیین خیار رؤیت، خیار [illegible] خیار غبن خیار، مجلس، خیار شرط وغیرہ) تعزیر حجر، شفعہ، قصاص، حدود، کفارات ضمان، تلف مشترکہ [illegible] کی جبری تقسیم قاضیوں کا تقرر حملہ اور دفاع کا حق اور مشرکین سے قتال باغیوں کی سرکوبی اور فسخ نکاح وغیرہ شامل ہیں۔

---

۱ البقرہ: ۲۳۳

۲. البقرة: ۲۸۲

۳۔ ابن ماجہ، ابواب الاحکام۔ ص: ۲/ ۶۹

۴. علی حیدر الحکام شرح مجلة الاحکام، ج ۱، ص: ۳۲

۵. السیوطی، الاشباه والنظائر، ص: ۸۴

۶. ابن نجیم، الاشباه والنظائر، ص ۲[illegible]

ضرر کے ازالے کی تدابیر

ضرر کے مذکورہ کثیر پہلوؤں کو دیکھ کر ذہن میں ایک خدشہ سا ابھرتا ہے کہ کہیں لوگ ان سہولتوں سے ناجائز فائدہ نہ اٹھانے لگیں جس کے نتیجے میں اسلامی اعمال وعبادات معطل ہو کر رہ جائیں۔ یہ پہلو فقہائے اسلام کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس خطرے کے ازالے کا بھی خاطر خواہ انتظام کیا ہے اس سلسلے میں مشقت کی کئی قسمیں بیان کر کے ہر قسم کا شرعی حکم واضح کیا ہے۔ تا کہ سہولت لانے والی مشقتوں کو تکلیف شرعی کی عام مشقت سے جدا کیا جا سکے۔ پھر سہولتوں اور رخصتوں کی قسمیں، ان کے شرعی احکام اور ان سے استفادے کی شرائط متعین کر دی ہیں۔ اس طرح سہولتوں سے ناجائز فائدے اٹھانے جانے کا دروازہ بند ہوگیا ہے۔ ذیل میں عنوانات کے تحت اس نکتہ کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔تیسیر میں درج ذیل فقہی ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔

من ابتلی ببلیتین وھما متساویان یاخذ بایتھما شاء وان اختلفا یختار اھونھما[1]

ترجمہ: ”جو شخص برابر کی دو ضرر رساں چیزوں میں مبتلا ہو جائے وہ ان میں سے جس کو چاہے اختیار کرے اور کمی زیادتی کے لحاظ سے ان میں فرق ہو تو کمی والی چیز کو اختیار کرے“۔

مباشرۃ الحرام لا تجوز الا للضرورۃ فی حق الزیادۃ[2]

ترجمہ: ”حرام کا ارتکاب ضرورت کے بغیر جائز نہیں اور مطلوبہ حد سے زائد استعمال ضرورت نہیں“۔

ممنوع اشیاء کا مباح ہونا بلا قید، بال شرط اور لا محدود طور پر قرار نہیں دیا گیا بلکہ کئی ایک شرائط کی پابندی کے ساتھ یہ اباحت واقع ہوتی ہے۔

درحقیقت ہر معاملے میں سیدھے سادھے اصول مقرر کیے گئے ہیں لیکن بعض اشخاص بعض حالات میں ان اصولوں پر عمل نہیں کر سکتے یا عمل کرنے سے شدید مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں استثنائی صورتیں تجویز کی جاتی ہیں۔لیکن چونکہ ان استثنائی صورتوں سے ناجائز فائدہ لے جانے کا امکان موجود رہتا ہے۔لہذا یہ استثنائی صورتیں چند شرائط کی پابند کر دی جاتی ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔[3]

۱۔ ما ابیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا

جو چیز ضرورت کی وجہ سے مباح ہوتی ہے اس کا اس سے اس کا اندازہ اس کی مقدار سے لگایا جاتا ہے۔[4]

۱۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص ۱۲۱۔

۲۔ عرفانی، عبدالملک ڈاکٹر، اسلامی نظریہ حیات، ص۲۱

۳۔ مجلۃ الاحکام العدلیۃ، مادہ ۲۲

۴۔ ایضا، مادہ ۳۳

٢. ما جاز لعذر بطل بزواله[١]

جو چیز کسی عذر کی بناء پر جائز ہوتی ہے عذر ختم ہونے پر اس کا جواز باقی نہیں رہتا۔

اس قاعدہ کا مفہوم یہ ہے کہ عذر کے قائم رہنے تک رخصت سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے اور جیسے عذر ختم ہو گا ایسے ہی رخصت بھی ختم ہو جائے گی۔

٣۔ قرآن کریم میں شدید بھوک کی حالت میں حرام شے کے استعمال کی اجازت دیتے ہوئے ایک شرط عائد کی گئی ہے۔یعنی ﴿فمن اضطر غیر باغ ولا عادٍ﴾[٢]

پس جو شخص اضطرار میں ہو بشرطیکہ وہ نہ تو خدا کی نافرمانی کرے اور نہ حد (ضرورت) سے باہر نکل جائے۔

یعنی اللہ کی حدود کی پاسداری کرتے ہوئے صرف اور صرف حالت اضطرار کو دور کرنا مقصود ہو۔

٤. الاضطرار لا يبطل حق الغير[٣]

اضطرار حق غیر کو باطل نہیں کرتا۔

یعنی ایک نقصان کو دوسرے نقصان سے دور کرنا جائز نہیں ہے۔

مشقت کے درجے اور مرتبے:

فقہاء نے مشقت کے درجے اور مرتبے بھی مقرر کئے ہیں جن کی بناء پر وہ رخصت اور سہولت کا فیصلہ کرتے ہیں۔ مثلاً

(١) اونچا درجہ یہ ہے کہ کسی حکم پر عمل کرنے سے انسان کو اتنی مشقت برداشت کرنی پڑے کہ اس سے جان یا کسی عضو کو نقصان پہنچے یا اس کے ان کے منافع کے زائل ہونے کا اندیشہ ہو جن کے لئے عضو ساخت ہوتی ہے۔

(٢) ادنی درجہ یہ ہے کہ حکم پر عمل کرنے سے معمولی اور ہلکی پھلکی تکلیف ہو، سر یا کسی عضو میں معمولی درد کا اندیشہ ہو یا مزاج پر ہلکے اثر کا خوف ہو۔

---

١. البقرة: ١٧٣

٢. مجلة الأحكام العدلية، مادة ٣٣

٣۔ امینی، مولانا محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص ٢۴٣

مرض کی حالت میں روزہ رکھنے سے مرض بڑھ جانے یا دیر میں اچھے ہونے کا اندیشہ ہو۔[1]

ان تینوں درجوں میں اونچے اور درمیانی درجہ کی حالت رخصت کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اس قسم کی چیزیں معمولات میں تبدیلی سے پیدا ہوتی ہیں اور دور ہوتی رہتی ہیں اور ان سے جس قسم کی خفیف مضرت پیدا ہوتی ہے اس کو روکنے سے زیادہ بہتر اس مصلحت کو حاصل کرنا ہے جو حکم پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

فقہی احکام میں عمل کے نکتہ نظر سے مشقت کی پانچ قسمیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) وہ تکلیف جو شرعی اعمال کی بجا آوری میں انسان محسوس کرتا ہے اور تکلیف وعبادت کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ ان اعمال پر ثواب کی کمی اور زیادتی کا دارومدار مشقت کی کمیت وکیفیت پر ہے۔ مثلاً سردیوں کے موسم میں وضو پر زیادہ ثواب ملتا ہے۔ جسے ''اسباغ الوضوء علی المکارہ'' کے عنوان سے احادیث میں بیان کیا گیا ہے نماز پڑھنے میں مشقت اور تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے خاص طور پر عشاء اور فجر کی نمازیں جن میں نیند کا غلبہ ہوتا ہے عصر کی نماز جو تجارت کے اوقات میں پڑھی جاتی ہے۔ مسجد کو چل کر جانا بھی باعث تکلیف ہوتا ہے۔ روزہ رکھنے میں مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے بالخصوص گرمیوں میں۔ حج کئی مشقتوں کا مجموعہ ہے۔ اور سب سے بڑھ کر مشقت والا کام جہاد ہے جس کی نفس پر گرانی کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

﴿كتب عليكم القتال وهو كره لكم عسى ان تكرهوا شيئا وهو خيرلكم﴾[2]

اس نوعیت کی مشقتوں کے پیش نظر ان اعمال سے پہلوتہی کی شریعت اسلامیہ میں قطعاً اجازت نہیں ہے کیونکہ ان پر عمل انسان میں طاعت وانقیاد نظم وضبط اور ایثار واخلاص پیدا کرتا ہے جن کی معاشرتی زندگی میں بہت ضرورت ہے۔

(۲) ایسی مشقت جو انسان کے بس میں نہ ہو مثلاً بیماری میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا، سواری پر روزہ، اندھیرے سفر میں رات کے وقت قبلے کا تعین، سفر حج میں محصور ہو کر رہ جانا، حالت خوف میں نماز۔

ایسی مشقتوں میں اسلامی شریعت نے فراخی کے ساتھ سہولتیں دی ہیں لیکن حالت کی تبدیلی کے ساتھ ہی حکم بدل جائے گا مثلاً بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو دوران نماز افاقہ محسوس ہوا اور کھڑے ہونے پر قدرت حاصل ہوگی تو اسے دوران نماز ہی کھڑا ہونا پڑے گا۔

---

۱. الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعة، ص: ۲/ ۱۲۵

۲. البقرة: ۲۱۶

ودو اور پریشانی اٹھانے کی ضرورت پڑے۔ مثلاً وضو کے لیے پانی نہ ہونے کی صورت میں اس کی تلاش استنجاء میں ڈھیلے کم ہوں تو تین کی تعداد پوری کرنے کی کوشش، ہر نماز کے ساتھ مسواک، تاریکی یا سردی اور بارش میں مسجد میں باجماعت نماز کے لئے حاضری کھانا سامنے آنے پر نماز میں تاخیر خاص طور پر بھوک کی شدت میں، ہر نماز کے ساتھ وضو کرنا، بچے کا کپڑوں پر پیشاب، بلی کا جوٹھا، نماز میں طویل قیام وقرأۃ، سفر میں روزہ رکھنا حائضہ، حاملہ اور مرضعہ کے لئے روزہ رکھنا وغیرہ۔

اس نوعیت کی مشقتوں میں بھی اسلامی شریعت نے سہولتیں رکھی ہی لیکن ان میں ضرورت سے بڑھ کر سستی کرنا جائز نہ ہوگا۔ مثلاً تاریکی میں کمی، سردی میں خفت اور بارش رک جانے کی صورت میں باجماعت نماز کی پابندی کا حکم لوٹ آئے گا۔

(۴) وہ مشقت جو عبادات وغیرہ میں حد اعتدال سے بڑھنے اور غلو کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے مثلاً رات بھر جاگ کر عبادت میں مصروف رہنا، ہر روز روزہ رکھنا، صوم وصال صحت کے لئے نقصان دہ حد تک فاقہ کشی، رہبانیت وغیرہ۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق ان مشقتوں میں پڑنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ان کا نتیجہ بالآخر تنگی اور نقصان کی صورت میں نکلتا ہے۔

(۵) وہ تکلیف جو بہت ہلکی ہو مثلاً جسم کے کسی حصے میں معمولی درد، طبیعت کی خرابی، دن بھر کام کاج میں مصروف رہنے کی وجہ سے عشاء کی نماز کے وقت تھکاوٹ اور نیند کا غلبہ وغیرہ۔ فقہی احکام میں تخفیف کے حوالے سے ان تکالیف کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔[1]

رخصت کی قسمیں:

رخصتوں اور سہولتوں سے استفادے کی شرائط طے کرنے سے پہلے رخصتوں کی اقسام کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس سے فقہائے اسلام کی باریک بینی اور ژرف نگاہی کا اندازہ ہو سکے گا۔

(۱) تخفیف اسقاط مثلاً مختلف اعذار کی بناء پر جمعہ، جماعت، حج اور جہاد وغیرہا عبادات کا ساقط ہونا۔

(۲) تخفیف تنقیص مثلاً نماز قصر (چار رکعتوں کی جگہ دو رکعتیں پڑھنا)

۱۔ الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعۃ، ص:۲/۱۳۱-۱۳۳

فدیہ میں بدل دینا۔

(۴) تخفیف تقدیم جیسے جمع بین الصلواتین میں پچھلی نماز، عرفات میں ظہر وعصر کو ظہر کے وقت میں جمع [illegible] تکمیل سے پہلے زکوۃ دینا، صدقہ فطر رمضان میں ادا کر دینا اور قسم توڑنے کا کفارہ پہلے ہی [illegible]۔

(۵) تخفیف تاخیر مثلاً جمع بین الصلواتین میں پہلی نماز مؤخر کرنا، مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو عشاء کے وقت میں پڑھنا مریض اور مسافر کے لیے روزہ کی تاخیر ڈوبتے کو بچانے میں مصروف کا نماز کو مؤخر [illegible] نازک صورت حال میں تاخیر نماز جس طرح غزوہ خندق کے موقع پر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئی۔

(۶) تخفیف ترخیص جیسے اٹکا ہوا لقمہ نگلنے کے لیے شراب پینا اور ڈھیلے استعمال کرنے کے باوجود [illegible] گندگی کے ساتھ نماز پڑھنا وغیرہ۔[1]

۱۔ السیوطی: الاشباہ والنظائر: ۸۲

خلاصہ باب چہارم

یہ باب دو حصوں پر مشتمل ہے۔

☆ پہلی فصل اصولِ تیسیر کے اسباب پر مشتمل ہے۔اصول تیسیر کے کئی اسباب ہیں ان میں سے چند ایک کو پہلی فصل میں بیان کیا گیا ہے۔اور ان بیان کردہ اسباب کی تعداد تقریباً 15 ہے۔

☆ اور اسباب بیان کرنے کے بعد ضرر کے ازالے کی تدابیر پر بھی روشنی ڈالی ہے تاکہ اسلام کو محض آسانی اور عیش پسندی کے اصولوں کا مجموعہ نہ بنایا جاسکے اور ناجائز حیلہ سازی کر کے فائدہ نہ اٹھایا جاسکے۔

قرآنی آیات

و

احادیث مبارکہ

فہرست آیات

نمبر شمار	آیات مبارکہ	صفحہ نمبر	سورة
۱	﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم.........﴾	vii	المائدہ: ۳
۲	﴿یرید اللہ بکم الیسرا ولا یریدبکم العسر ....﴾	viii	البقرہ: ۱۸۵
۳	﴿لا تکلف نفسا وسعها ....﴾	۴	البقرہ: ۱۸۴
۴	﴿ما یریداللہ لیجعل علیکم من حرج.........﴾	۵	المائدہ: ۶
۵	﴿هو اجتبکم وما جعل علیکم فی الدین من حر ج.........﴾	۶	الحج: ۷۸
۶	﴿یا ایها الذین امنوا کتب علیکم.........﴾	۷	البقرہ: ۱۸۳
۷	﴿فمن کان منکم مریضا اوعلی سفر.........﴾	۷	البقرہ: ۱۸۴
۸	﴿وعلی الذین یطیقونه فدیة.........﴾	۸	البقرہ: ۱۸۴
۹	﴿لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها.........﴾	۹	البقرہ: ۱۸۴
۱۰	﴿ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج.........﴾	۱۰	المائدہ: ۶
۱۱	﴿وما جعل علیکم فی الدین من حرج.........﴾	۱۰	الحج: ۷۸
۱۲	﴿یضع علیهم اصرهم والا غلال التی کانت علیهم.........﴾	۱۲	الاعراف: ۵۷
۱۳	﴿وقال الذین کفرو لولا نزل علیه ....﴾	۱۷	الفرقان: ۳۳
۱۴	﴿ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج.........﴾	۱۹	المائدہ: ۶
۱۵	﴿یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الاء نسان ضعیفا ......﴾	۲۵	النساء: ۲۸
۱۶	﴿فیها اثم کبیر و ومنافع للناس.........﴾	۲۵	البقرہ: ۲۱۹
۱۷	﴿یاایهاالذین امنوا لا تقربوا الصلوٰة وانتم....﴾	۲۶	النساء: ۳
۱۸	﴿یایها الذین امنوا انما الخمر المیسر.........﴾	۲۷	المائدہ: ۹۰
۱۹	﴿وما امر فرعون برشید.........﴾	۵۰	هود: ۹۷
۲۰	﴿یایها الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰة.........﴾	۵۲	المائدہ: ۶
۲۱	﴿وان کنتم مرضی اوعلی سفر.........﴾	۵۲	البقرہ: ۴۳
۲۲	﴿واقیموا الصلوٰ ة واتوالزکاة.........﴾	۵۳	البقرہ: ۴۳
۲۳	﴿حافظوا علی الصلوٰت ....﴾	۵۳	البقرہ: ۲۳۸
۲۴	﴿اقم الصلوٰة لدلوک الشمس الی غسق.........﴾	۵۴	بنی اسرائیل: ۷۸

۲۶	﴿فان خفتم فرجالا اورکبانا..........﴾	۵۵	البقرہ: ۲۳۸
۲۷	﴿الذین یومنون بالغیب..........﴾	۵۶	البقرہ: ۳
۲۸	﴿والذین هم للزکاة..........﴾	۵۶	الاعلی: ۲
۲۹	﴿خذ من اموالهم صدقة..........﴾	۵۶	التوبہ: ۱۰۳
۳۰	﴿انما الصدقت للفقرآء ....﴾	۵۷	التوبہ: ۶۰
۳۱	﴿ولا یاکل اولوا الفضل منکم..........﴾	۵۷	النور: ۲۲
۳۲	﴿یایهاالذین امنوا کتب علیکم..........﴾	۵۹	البقرہ: ۱۸۳
۳۳	﴿فمن کان منکم مریضا او..........﴾	۶۰	البقرہ: ۱۸۳
۳۴	﴿وعلی الذین یطیقونه ....﴾	۶۰	البقرہ: ۱۹۴
۳۵	﴿واتمو الحج والعمرة لله ....﴾	۶۱	البقرہ: ۱۹۶
۳۶	﴿ولله علی الناس حج البیت..........﴾	۶۱	آل عمران: ۹۷
۳۷	﴿اوفوا بالعقود ....﴾	۶۳	المائدہ:
۳۸	﴿اوفوا بالعهد..........﴾	۶۳	الاسراء: ۳۴
۳۹	﴿ان العهد کان مسئولا ....﴾	۶۳	الاسراء: ۳۴
۴۰	﴿قل لا احد فیما اوحی الی محرما ....﴾	۶۸	الانعام: ۱۴۵
۴۱	﴿کتب علیکم القتال وهو کره ....﴾	۷۱	البقرہ: ۲۱۶
۴۲	﴿یا یهاالذین امنوا ....﴾	۷۱	المائدہ: ۱۰۱
۴۳	﴿من کفربالله من بعد ایمانه ....﴾	۷۹	النحل: ۱۰۶
۴۴	﴿لیس علی الا عمٰی حرج ....﴾	۸۴	النور: ۶۱
۴۵	﴿فمن اضطر غیر با غ ....﴾	۸۹	البقرہ: ۱۷۳
۴۶	﴿فمن اضطر فی مخمصة ....﴾	۸۹	المائدہ: ۳
۴۷	﴿فلیس علیکم ان تقصروا من ....﴾	۹۰	النساء: ۱۰۱
۴۸	﴿فان خفتم فرجالا ....﴾	۹۰	البقرہ: ۲۳۹
۴۹	﴿لا تضار والدة بولدها ....﴾	۹۱	البقرہ: ۲۳۳
۵۰	﴿ولا یضار کاتب ولا شهید..........﴾	۹۱	البقرہ: ۲۸۲

احادیث

نمبر شمار	حدیث مبارکہ	کتب احادیث	صفحہ نمبر
۱	"یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا........"	الصحیح بخاری	[illegible]
۲	"انما نزل اول مانزل سورة ...."	الصحیح بخاری	[illegible]
۳	"یسروا ولا تعسروا وبشروا ...."	الصحیح بخاری	[illegible]
۴	"یسروا ولا تعسروا ...."	الصحیح مسلم	[illegible]
۵	"احب الدین الی الله الحنیفیة السمحة........"	الصحیح بخاری	[illegible]
۶	"لو لا حدثان قومک بالکفر ...."	الصحیح مسلم	[illegible]
۷	"ان الله فرض فرائض ...."	الصحیح مسلم	[illegible]
۸	"انما هلک من کان قبلکم ...."	الصحیح مسلم	[illegible]
۹	"ان الدین یسرو لن یشاد ...."	الصحیح بخاری	[illegible]
۱۰	"ان الله لم یدع شیاء من الکرامة........"	الصحیح بخاری	[illegible]
۱۱	"انما نزل اول ما نزل ...."	الصحیح بخاری	[illegible]
۱۲	"عن ام قیس بنت محصن ...."	الصحیح بخاری	[illegible]
۱۳	"عن ابی قتادہ الانصاری قال ...."	الصحیح مسلم	[illegible]
۱۴	"عن همام قال بال جریر ...."	الصحیح مسلم	[illegible]
۱۵	"قال رسول الله ﷺ اذا وضع عشاء........"	الصحیح مسلم ج س	[illegible]
۱۶	"اذا نسی فأکل........"	الصحیح بخاری	[illegible]
۱۷	"حدثنا عبدالله بن یوسف........"	الصحیح بخاری	[illegible]
۱۸	"عن علی بن أبی طالب........"	سنن ترمذی	[illegible]
۱۹	"عن جابر بن سمرة ...."	مسند احمد	[illegible]
۲۰	"ادفعو الحدود عن عباالله........"	سنن ترمذی	[illegible]
۲۱	"قال رافع بن عمرو کنت ارمی ...."	سنن ابوداؤد	[illegible]
۲۲	"اذا ضرب احدکم فلیتق الوجه ...."	سنن ابن ماجہ	[illegible]
۲۳	"لا تقع الا یدی فی السفر ...."	سنن ابوداؤد	[illegible]
۲۴	"ان الله یکره لکم........"	الوجیز	[illegible]
۲۵	"البغض الحلال ...."	ایضا	[illegible]
۲۶	"بینا نحن جلوس عند رسول الله ﷺ........"	اسلام۔آسان دین	[illegible]
۲۷	"کان عبدالله بن عمر یصلی........"	البخاری	[illegible]
۲۸	"لا ضرر ولا ضرر ...."	سنن ابن ماجہ	[illegible]

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری الجامع الاحکام القرآن، مطبعۃ دار الکتب المصریۃ الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۷۸ھ

۳۔ الطحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد، شرح معانی الآثار، قانونی کتب خانہ، کچہری روڈ لاہور ۱۹۸۳

۴۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، حذیفہ اکیڈمی، ص: ۳/۴۴۳۔۴۴۴۔ لاہور

۵۔ کیلانی، مولانا عبد الرحمٰن، تیسیر القرآن، مکتبہ السلام لاہور۔

۶۔ انوار البیان فی کشف اسرار القرآن، ادارۃ تالیفات اشرفیہ چوک، ملتان

۷۔ شاہ، پیر محمد کرم، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز۔ لاہور،

۸۔ البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، جامع الصحیح (عربی معہ اردو ترجمہ از قاری عادل خان وقاری محمد فاضل خان قرشی) دینی کتب خانہ۔ لاہور ۱۹۷۷ء

۹۔ تفسیر کشاف

۱۰۔ مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری، جامع الصحیح عربی معہ مختصر شرح نووی وترجمہ علامہ وحید الزمان) نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۸۱

۱۱۔ الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، ضیاء الاحسان پبلشرز لاہور طباعت۔ ۱۹۸۸

۱۲۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ (عربی معہ اردو ترجمہ از محمد عادل خان محمد فاضل خان) دینی کتب خانہ لاہور۔ ۱۹۷۷

۱۳۔ النسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب، سنن نسائی (عربی معہ اردو ترجمہ از علامہ وحید الزمان) ناشر ضیا احسان پبلشرز، نعمانی کتب خانہ طباعت، دسمبر ۱۹۹۰

۱۴۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی سنن ابو داؤد (عربی معہ اردو ترجمہ از علامہ وحید الزمان) اسلامی اکادمی لاہور۔

۱۵۔ القاری، ملاعلی بن سلطان محمد، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح

۱۶۔ اصول الفقہ الاسلامی، ڈاکٹر امیر عبد العزیز، الطبعۃ الاولی (۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء) دار السلام للطباعۃ والنشر والتوزیع والترجمہ

۱۸۔ الوزیر، أحمد بن محمد بن علی، المصفیٰ فی أصول الفقة، توزیع دار الفکر بدمشق الطبعة إعادة، ۲۰۰۲ء

۱۹۔ الشوکانی، القاضی محمد بن علی بن محمد ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول محمد امین الخانجی الکتبی وشرکاہ، مصر الطبعة الاولی ۱۳۲۷

۲۰۔ ابو زھرہ، محمد، اصول الفقه، دارالفکر العربی، ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۵۷

۲۱۔ ابن نجیم، زین العابدین ابراھیم بن نجیم، الاشاہ والنظائر، (مع شرح حموی) مطبع منشی نول کشور، لکھنو

۲۲۔ زیدان، عبد الکریم، ابو جیز فی اصول الفقه، مترجم

۲۳۔ اعلام اموقعین، بحوالہ امینی، مولانا محمد تقی، احکام شرعیہ مین حالات وزمانہ کی رعایت

۲۴۔ ابن جزری، محمد بن احمد بن جزری القوانین الفقه، دار القلم بیروت

۲۵۔ النسفی، نجم الدین ابن حفص، طلبة الطلبة فی الاصطلاحات الفقهة، المکتبة المثنی بغداد، مطبعة العامرہ، دار الطباعة العامرة، ۱۳۱۱ھ

۲۶۔ عبدالقادر عودة، التشریع الجنائی الاسلامی، الطبعة الخامسة، ۱۳۸۸ھ

۲۷۔ عز الدین بن عبد السلام، قواعد الاحکام فی مصانع الاحکام، مطبعة الاستقامة بالقاهرة۔

۲۸۔ الحصکفی، علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد، الدرالمختار (عربی مع اردو ترجمہ مولوی خرم علی) قانونی کتب خانہ کچہری روڈ۔لاہور

۲۹۔ ابراھیم مصطفی، احمد حسن الزیات حامد عبد القادر، محمد علی النجار، المعجم الوسیط، دار الاحیاء التراث العربی البیروتز ۱۹۵۲

۳۰۔ القرافی، ابو العباس شهاب الدین احمد بن ادریس، انوار البروق فی انواء الفروق المشهور بالمفروق، دار المعرفة۔بیروت

۳۱۔ الکاسانی، علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی الطبعۃ الاولی ۱۳۲۸ھ۔

۳۲۔ در المختار غایة الاوطار، مترجم مولوی خرم علی، قانونی کتب خانہ کچہری روڈ لاہور کتاب الصلاة

۳۳۔ السرخسیؒ، ابو کبر محمد بن احمد بن ابو سهیل، اصول السرخسی، مطابع دار الکتاب

۳۴۔ ابن رشد، الحفید قرطبی، بداية المجتهد و نهاية المقتصد

۳۵۔ الجزری، عبد الرحمن، کتاب علی المذهب الاربعه، الجزء الاوّل، دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۶۔ المرغینانی، ابوالحسن علی بنابو بکر بن عبد الجلیل الهداية، اکیڈمی اسلام آباد [illegible] ۲۰۰۶ء

۳۷۔ سید سابق، فقه السنة، دارالکتاب العربی، بیروت ۱۳۹۷ھ

۳۸۔ موسوعة الفقه الاسلامی

۳۹۔ علی حیدر، در الحکام شرح مجلة الاحکام، مکتبة النهضة. بیروت. بغداد

۴۰۔ عرفانی، ڈاکٹر عبدالمالک، اسلامی نظریہ ضرورت، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔ اشاعت اوّل، ۲۰۰۱ء

۴۱۔ امینی، مولانا محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی، اشاعت ۱۹۹۱ (اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ)

۴۲۔ انعام الحق، مفتی، احکام مسافر، زمزم پبلشرز، اردو بازار، کراچی

۴۳۔ لکھنوی، مولانا عبد الشکور فاروقی علم الفقه، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی

۴۴۔ محمصانی، صبحی، فلسفه شریعت اسلام

۴۵۔ ڈار، عبد الحمید، اسلامی معاشیات، مرکزی کتب خانہ۔ اردو بازار۔ لاہور ۲۰۰۵ء

۴۶۔ اسلام۔ دین آسان، مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی، لاہور

۴۷۔ اصلاحی، محمد یوسف، آسان فقہ

لغات

۴۸۔ المورد الوسیط، مؤسسة ثقافية بيروت. لبنان

۴۹۔ مصباح اللغات مرتبہ ابو الفضل مولانا عبدالعزیز قدیم کتب خانہ، کراچی

۵۰۔ قاموس الوحید، مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی، ادارۃ الاسلامیات۔ لاہور

۵۱۔ قاموس العربی انکلیزی، مکتبہ، لبنان بیروت

۵۲۔ المعجم الوسیط،

نووی شارح مسلم اس حدیث کی شرح میں امام شافعی کا وسیع تخفیفی مؤقف یوں بیان کرتے ہیں۔

"یہ حدیث امام شافعی اور ان کے موافقین کی دلیل ہے جو فرض، نفل نمازوں میں امام، مقتدی اورمنفرد کے لیے بچے، بچی، پاک پرندوں اور جانوروں کو اٹھانا جائز سمجھتے ہیں۔[1]

نجاست کی مختلف قسموں کا ذکر کرتے ہوئے ابن رشد انسانوں کے بول براز کے ناپاک ہونے پر علماء کا اتفاق بیان کرتے ہیں۔لیکن دودھ پیتا بچہ مستثنی ہے۔

'علماً کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابن آدم کا بول وبراز نجس ہے، سوائے اس بچے کے جو دودھ پیتا ہو اورحیوانوں کے بارے میں علماء کی آرا مختلف ہیں۔[2]

واصل المسألة ان بول ما یؤکل لحمه نجس عندهما طاهر عند محمد رحمه الله تعالیٰ واحتج بحدیث انس رضی الله عنه أن قوماً من عرنه جاؤا الی المدینة فأسموا فجتوا المدینة فاصفرت ألوانهم وانتفخت بطونهم فامرهم رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یخرجوا الی ابل الصدقة فیشربوا من ابوالها والبانها الحدیث فلولم یکن طاهرا لما امرهم بشربه والعادة الظاهرة من اهل الحرمین بیع ابوال الابل فی القوار یر من نکیر دلیل ظاهر علی طهارتها.[3]

ترجمہ: امام محمد حلال جانوروں کا پیشاب پاک سمجھتے تھے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ قبیلہ عرینہ کے لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقے کے اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم ہے۔ امام محمد کے نزدیک اہل حرمین کا عمل بھی حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہونے کی دلیل ہے۔ جو اونٹوں کا پیشاب شیشوں میں بند کرکے فروخت کرتے ہیں اور اسے برانہیں سمجھتے ، امام محمد کے اس مؤقف سے درج ذیل مسائل کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ حلال جانوروں کا پیشاب پانی میں گرجائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا اور اس کا پینا جائز ہے۔

۱۔ نووی،شرح مسلم،ص:۱/۲۰۵

۲۔ قرطبی، ابن رشد الحفید، بدایة المجتهد ونهایة المقتصد ، ص: ۱ /۵۸

۳۔ السرخسیؒ، محمد بن احمد بن ابی سهیل، المبسوط . دارالمعرفة للطباعة والنشر، بیروت الطبعة الثالثة ص: ۱/ ۵۴.۵۵

۳۔ کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ اس بیان سے جانوروں کا علاج کرنے والے اور پیشہ ور دودھ فروشوں وغیرہ کے لیے اس مؤقف میں سہولت اور آسانی کا پہلو ہے۔

حدیث: حدثنا یحییٰ بن یحییٰ لتمیمی و اسحاق بن ابراھیم و ابو کریب جمیعاً عن ابی معاویة و وکیع و اللفظ لیحییٰ قال انا ابو معاویة عن الاعمش عن ابراھیم عن همام قال بال جریر ثم توضأ و مسح علی خفیه فقیل تفعل هذا فقال نعم رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم بال ثم توضأ و مسح علی خفیه [1]

ترجمہ: ہمام بیان کرتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیشاب کرنے کے بعد وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا ان سے کسی نے کہا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں۔ حضرت جریر نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک موزوں پر مسح مطلقاً جائز ہے مقیم رہے یا مسافر۔

امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ انہوں نے موزوں پر مسح کی بات اس وقت کی ہے جب اس کے دلائل دن کی روشنی کی طرح میرے سامنے" [2] واضح ہوگئے۔

کرخیؒ کہتے ہیں کہ " مجھے موزوں پر مسح ناجائز سمجھنے والے کے کافر ہونے کا اندیشہ ہے کیونکہ اس کے بارے میں آثار متواتر ہیں۔ [3]

فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ مسافر ایک دفعہ موزے پہن کر کتنے دنوں تک مسح کرتا رہے گا۔ چند آراء درج ذیل ہیں:

ترجمہ: مسافر تین دن رات تک موزوں پر مسح کرسکتا ہے۔ یہ مسلک امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا ہے۔ [4]

کان حسن بصری رضی اللہ عنه یقول المسح مؤبد للمسافر [5]

۱۔ مسلم، صحیح مسلم، کتاب الطہارت،

۲۔ السرخسیؒ، محمد بن احمد بن ابی سهیل، المسبوط ۔ص: ۹۸/۱

۳۔ السرخسیؒ، محمد بن احمد بن ابی سهیل، المسبوط ۔ص: ۹۸/۱

۴۔ ابن رشد، بدایة المجتهد، ص: ۱۵/۱

۵۔ السرخسیؒ، محمد بن احمد بن ابی سهیل، المسبوط ۔ص: ۹۸/۱

جائیں''۔

امام مالکؒ کے نزدیک مسافر کے لیے مسح علی الخفین کی رخصت غیر مؤقت ہے۔[1]

ترجمہ: انہی آثار وروایات کی وجہ سے مسافر کے لیے مسح علی الخفین کی رخصت تین دن رات کی بجائے ''اکثر من یوم و لیلۃ'' کے الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔[2]

عبارت: وعند هما له ان يؤتر على الدابة[3]

ترجمہ: ''نیز ان آئمہ کے نزدیک وتر واجب نہیں بلکہ سنت ہیں ائمہ احناف میں سے امام محمد اور امام ابو یوسف سواری پر وتر جائز سمجھتے ہیں''۔

سواری پر فرض ادا کرنے کے بارے میں فقہی آراء درج ذیل ہیں۔

فرض نماز کے لیے قبلہ رو ہونا ضروری ہے سواری پر اس کا امکان نہ ہونے کی وجہ سے سواری سے اترنا بھی ضروری ہے لیکن کچھ صورتوں میں سواری پر فرض بھی جائز ہو جاتے ہیں۔

(۱) شدت خوف۔

(۲) سواری کھڑی ہو، اس پر ہودج بھی ہو اور استقبال قبلہ، قیام، رکوع، سجود ممکن ہو۔

(۳) سواری کشتی ہو۔

(۴) کوئی شخص سواری کے ہمراہ سفر کررہا ہو اور بچھڑنے کا ڈر ہو۔[4]

ائمہ احناف کسی عذر کی موجودگی میں سواری پر فرض جائز قرار دیتے ہیں۔ مثلاً

فقد جوز لهم الصلاة على الدابة عند تعذر النزول بسبب المطر فكذلك بسبب الخوف من سبع أو عدو والان مواضع الضرورة مستثناة[5]

ترجمہ: ''احناف نے بارش، درندے یا دشمن کے خوف سے سواری سے اترنا مشکل ہو جانے کی صورت

---

۱. ابن رشد، بدایۃ المجتهد، ص: ۱/۵۱

۲. السیوطی: الاشباہ والنظائر، ص: ۷۷

۳. السرخسیؒ، محمد بن احمد بن ابی سهیل، المبسوط، ص: ۱/۲۵۰

۴. النووی، شرح المسلم: ص: ۱/۲۵۰

۵. السرخسیؒ، المبسوط، ص: ۱/۲۱۷

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ بلا عذر سواری پر نماز کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ لیکن معقول عذر کی بناء پر سب کے نزدیک پر ہر قسم کی نماز جائز ہے۔

مریض کی نماز اور فقہاء

اسلامی فقہ کا معروف ضابطہ ہے کہ بیمار اگر کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے ورنہ سیدھا یا پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھ لے۔ رکوع وسجود نہ کر سکتا ہو تو اشارے سے انہیں ادا کرے اگر یہ سب کچھ ممکن نہ ہو تو حدیث میں یہ کہا گیا ہے:

عبارت: ''ولا یجب علیه ان یستقبل لان الامام اذا صلی قاعداً والمقتدی قائما یصح الاقتداء''[1]

ترجمہ: ''اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنے والا مریض امام بھی بن سکتا ہے۔ اس مؤقف کے حق میں ایک فقہی رائے یہ ہے''۔

عبارت: عند امام ابی حنیفه وأبی یوسف رحمهما الله تعالیٰ استحساناً وعند محمد رحمه الله تعالیٰ لایصح قیاساً۔

حدیث: جابر رضی الله عنه انه قال سقط رسول الله صلی الله علیه وسلم عن فرسه فجحش شقه الا یسر فلم یحرج ایاماً فالصحابة دخلوا علیه فوجدوه فی الصلاة قاعداً فاقتدوا به قیاماً[2]

ترجمہ: امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف استحساناً جواز کے قائل ہیں اور ان کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی آخری نماز بیٹھ کر پڑھانا ہے۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے زخمی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے آنے والوں کو گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

عبارت: وقال محمد بن مقاتل رازی رحمه الله تعالیٰ اذا کان وجهه الی القبله له ان یصلی الی عنه القبلة فاذا برأ اعاد الصلاة ولکنا نقول فی ظاهر الروایة لایجب علیه اعادة الصلاة لان التوجه الی القبلة شرط جواز الصلاة والقیام والقراءة والرکوع والسجود ارکان

---

۱. السرخسیؒ، المبسوط، ص: ۱/۲۱۴

۲. السرخسی، المبسوط، ص: ۱/۲۰۶

سقط عنه من الشروط بعذر المرض لا يجب عليه اعادة الصلاة[1]

ترجمہ: محمد بن مقاتل رازی کہتے ہیں کہ جب مریض کا منہ قبلہ کی طرف نہ ہو، اس کے لیے خود قبلہ کی طرف منہ کرنا ممکن نہ ہو اور کوئی اسے قبلہ رو کرنے والا بھی موجود نہ ہو تو وہ ایسی حالت میں نماز پڑھے گا۔ اور صحت مند ہونے پر اسے نماز لوٹانا ہوگی۔ لیکن ظاہر روایت کے مطابق نماز دہرانا ضروری نہیں بیماری کے عذر نے نہ صرف ارکان نماز بلکہ شروط نماز کو بھی ساقط کردیا ہے۔

عطاء بن ابی رباح:

اذا لم يطق قاعداً صلى على جنب کے باب میں ہی حضرت عطاء بن ابی رباح کا قول "اذا لم يقدر على ان يتحول الى القبلة صلى حيث كان وجهه،" شامل کیا ہے جس سے حضرت عطاء اور امام بخاری کا یہ رجحان سامنے آتا ہے کہ وہ حالتِ مرض میں غیر قبلہ کی طرف بھی نماز جائز سمجھتے تھے۔[2]

جس سے حضرت عطاءؒ اور امام بخاریؒ کا یہ رجحان سامنے آتا ہے کہ وہ حالت مرض میں غیر قبلہ کی طرف بھی نماز جائز سمجھتے تھے۔

بھوک میں نماز سے پہلے کھانا

حدیث:

عن ابن عمر رضی الله عنه ؛ قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((إذا وضع عشاء أحدكم واقيمت اصلاة فابدوا بالعشاء ولا يعجلن حتى يفرع منه[3]

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے سامنے رات کا کھانا رکھا جائے اور نماز قائم کی جارہی ہو تو تم کھانا کھاؤ اور جلدی نہ کرو یہاں تک کہ تم اس سے فارغ ہو جاؤ"

یعنی بھوک لگی ہو اور عین نماز کے وقت کھانا سامنے آجائے تو نماز ادا کرنے سے پہلے کھانا کھا لینا جائز

۱. السرخسي ، المبسوط، دار المعرفة، للطباعة والنشر . بيروت، ص: ۱/۲۱۶
۲. البخاری، صحیح بخاری ، ص: ۱/۲۰۸
۳. صحیح مسلم ، دار الاحياء التراث العربی ، باب باب كراهة الصلاة، بحضرة الطعام، ص: ۳۹۲

بظاہر یہ اجازت درخصت معلوم ہوتی ہے۔لیکن بعض فقہاء نے اس کی ایسی تاکید کی ہے کہ نماز پہلے پڑھنا مکروہ قرار دیا ہے۔مثلاً

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا سامنے آجانے پر تقدیم نماز مکروہ ہے کیونکہ دل کھانے کی طرف متوجہ ہونے سے کمالِ خشوع ضائع ہو جاتا ہے۔ جمہور شافعی فقہاء اس کراہیت کے قائل ہیں بعض شوافع کا یہ کہنا کہ بھوک کی شدت کو کم کرنے کے لیے چند لقمے کھا لیے جائیں پھر نماز سے فارغ ہو کر باقی کھانا کھایا جائے غلط ہے اور یہ حدیث اس کو غلط ثابت کرنے میں صریح ہے۔[۱]

بھول کر کھانے پینے کا مفسد روزہ نہ ہونا:

حدیث : عبدان اخبرنا یزید بن زریع حدثنا ھشام حدثنا ابن سیرین عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ((إذا نسی فأکل وشرب فلیتم صومہ. فإنما أطعمہ اللہ وسقاہ))[۲]

ترجمہ: ہم سے عبدان نے بیان کیا کہا ہم کو یزید بن زریع نے خبر دی، کہا، ہم سے ہشام نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن سیرین نے انہوں نے ابو ہریرۃؓ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھولے سے کوئی روزے میں کھا پی لے تو اپنا روزہ پورا کرے اللہ نے اس کو کھلایا پلایا۔

یہ احادیث اکثر فقہاء کے اس مؤقف کی دلیل ہے کہ بھول کر کھانے پینے اور جماع سے روزہ نہیں ٹوٹتا ان فقہاء میں امام ابوحنیفہ، شافعی اور داؤد (ظاہری) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں[۳]

من اکل أو شرب او جامع ناسیاً فی صومہ لم یفطرہ ذلک والنفل والفرض فیہ سواء[۴]

جو کوئی بھول کر کھا لے یا پی لے اس پر قضا لازم نہیں ہے۔خواہ یہ فرض روزہ ہو یا نفلی روزہ ہو۔

---

۱. نووی، شرح صحیح مسلم، دارالاحیاء التراث العربی بیروت. الطبعة الثانیة ۱۹۷۲ء، ص: ۲۰۸/۲
۲. البخاری ، صحیح بخاری، باب الصائم إذا أکل أو شرب ناسیاً، حدیث نمبر ۱۸۱۲
۳. نوویؒ، شرح صحیح مسلم، ص: ۵۵/۱
۴. السرخسیؒ، المبسوطة ، ص: ۶۵/۳

بلیوں، گدھوں، خچروں اور گھوڑوں کا جوٹھا بہت سے فقہاء کے نزدیک پاک ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ گھروں میں رہنے کی وجہ سے چیزوں کو ان سے بچانا مشکل ہے۔ اس لیے عموم بلویٰ کے پیش نظر ان کا جوٹھا پاک قرار دیا جائے گا۔

۲۔ بلی کا جوٹھا پاک ہونے کے بارے نبی کریم کی صراحت موجود ہے۔

۳۔ لوگوں کے قریب رہنے کی وجہ سے کثرتِ بلویٰ کی صورت بلی کی طرح گدھے، خچر اور گھوڑے میں بھی پائی جاتی ہے۔ نیز ان جانوروں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری خاص طور پر حجاز کی گرمی میں ان کا پسینہ پاک ہونے کی دلیل ہے۔ اس بات سے ان کا جوٹھا پاک ہونے پر بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ شکاری پرندوں مثلاً باز، شاہین وغیرہ کا جوٹھا بظاہر ان کے گوشت کی طرح ناپاک ہونا چاہیے لیکن استحسان کا تقاضا ہے کہ پاک ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خشک اور سخت ہڈی سے بنی چیز (چونچ) سے پیتے ہیں۔ اور یہ فضا کی طرف سے آنے کی وجہ سے پانی وغیرہ کو ان سے بچانا مشکل ہے۔ خاص طور پر ریگستانوں اور جنگلوں میں گھوڑوں اور گدھوں کا جوٹھا پاک ہونے سے ذیلی طور پر ان کا لعاب اور پسینہ بھی پاک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نیز کپڑوں کو لگنے کی صورت میں پاک رہتے ہیں اور ان میں نماز جائز ہوتی ہے۔[۱]

۱۔ السرخسیؒ، المبسوط، ص: ۱/ ۴۹۔ ۵۰

خلاصہ باب دوم

اس باب میں تین فصلیں زیر بحث لائی گئی ہیں۔ان میں قرآن پاک میں تیسیر کی جو مثالیں درج ہیں۔

- ☆ اُن میں سے چند ایک کا تذکرہ فصل اول میں درج کیا گیا ہے۔
- ☆ عدم حرج سے متعلق تین مثالیں درج ہیں۔جن کا خلاصہ یہ ہے۔
- ☆ دین کے معاملہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر تنگی کا معاملہ نہیں چاہتا ہے۔عدمِ حرج کی طرح قلتِ تکلیف کی بھی تین امثلہ درج کی گئی ہیں۔
- ☆ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کسی بھی نفس کو اس کی استطاعت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بناتا ہے۔
- ☆ التدریج کے ذیل میں حرف ایک مثال دی گئی ہے جس میں شراب کی حرمت کا تدریجاً ذکر کیا گیا ہے۔
- ☆ دوسری فصل میں اصول تیسیر کو امثلہ فی السنۃ کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔عدم حرج کی تین امثلہ،قلتِ تکلیف کی تین امثلہ، جبکہ التدریج کی دو مثالیں درج کی گئی ہیں۔
- ☆ تیسری فصل میں فقہاء کی آراء کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

اور اس میں بالترتیب عدمِ حرج ،قلتِ تکلیف اور التدریج پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

باب سوم

مأموراتِ شرعیہ/ممنوعات شرعیہ

فصل اوّل: اوامر شرعیہ میں اصولِ تیسیر

ا۔ عبادات

ب۔ معاملات

فصل دوم: ممنوعاتِ شرعیہ میں اصولِ تیسیر

ا۔ حرام

ب۔ مکروہ

فصل اوّل

اوامر شرعیہ

اوامر شرعیہ

١. امر : الأمر هو مادلّ على الطلب بالصيغة الإنشائية المعرفة فى علم العربية.

٢. الأمر يدل على الوجوب حقيقة فى اللغة والشرع ولا يخرج عنه إلا لقرينة صارفة واضحة صحيحة ولايثبت الوجوب إلا بحديث صحيح اتفاقاً أو حسن عند الأكثر.

٣. قد يخرج الأمر عن حقيقة إلى الندب ولإباحة والإرشاد وغير هذه المعانى المصححة ويجمحها عند التحقيق الندب.[١]

''امر کی تعریف یہ ہے۔ اللفظ الموضوع لطلب الفعل علی سبیل الاستعلاء، یعنی امر ایسا لفظ ہے جو کسی فعل کے کرنے کے مطالبہ کے لیے وضع کیا گیا ہو اور اس مطالبہ میں برتری وبالادستی پائی جاتی ہو۔ اس تعریف میں دو باتیں قابل لحاظ ہیں اوّل یہ کہ تعریف میں ''علی سبیل الاستعلاء (بطریق بالادستی) کی قید ہے۔ یہ قید اس بات کو بتاتی ہے کہ حکم دینے والا کا حقیقت میں بلند وبالا دست ہو ناشرط نہیں۔ بلکہ شرط یہ ہے کہ وہ خود کو بلند وبالا دست سمجھتا ہو خواہ فی الواقع بالادست ہو یا نہیں۔ دوم یہ کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ امر اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد وہ خصوصی قول ہے جو حکم کے لیے ہو۔ جمہور کہتے ہیں کے امر مجازاً فعل کو بھی کہتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ﴾[٢]

ترجمہ: ''حالانکہ فرعون کی کوئی بات درست نہ تھی۔ اس آیت میں امر سے فرعون کا فعل مراد ہے۔ یہاں سبب کا مسبب پر اطلاق کیا گیا ہے۔[٣]

امر وجوب کا متقاضی ہوتا ''الامر بعد الخطر يكون للوجوب عند الأكثر ولأباحة عند ابن الحاجب وجمهور الفقهاء[٤]

ترجمہ: ''امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اکثر فقہاء کی رائے میں، جبکہ جمہور فقہاء اور ابن حاجب کے نزدیک

١. الوزیر، أحمد بن محمد بن علی، المصفیٰ فی اصول الفقه از توزیع دارالفکر بدمشق، الطبعة اعادة ٢٠٠٠ء، ص: ٢٠٢
٢. هود: ٩٧
٣. شوکانی: ارشاد، الفحول، ص: ٩١، آمدی الاحکام، ١٨٨/٢
٤. الوزیر، أحمد بن محمد بن علی، المصفیٰ فی اصول الفقه از توزیع دارالفکر بدمشق، الطبعة اعادة ٢٠٠٠ء، ص: ٢٣٥

وسہولت کا ایک پہلو یہ نظر آتا ہے کہ زمانہ کے بدلتے حالات قرآن میں تبدیلی کا امکان [illegible]
بنیاد پر حکم میں تغیر، دین کے بنیادی ڈھانچے کو نقصان پہنچائے بغیر صیغہ امر کو جوب کی جگہ [illegible]
محمول کرنا اور انفرادی شخصی معاملات میں نرمی کا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

اوامر شرعیہ میں اصولِ تیسیر

اوامر الشرعیہ کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ عبادات ۲۔ معاملات

۱۔ عبادات: یہ فقہ اسلامی کا اوّلین موضوع ہے جس سے فقہ کی ہر کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ اس جزء میں طہارت، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ کے احکام سے بحث ہوتی ہے۔ [1]

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے زندگی کے تمام احکامات میں فطرت انسانی کو مدنظر رکھتا ہے۔ اسلام نے عبادات میں حالات وواقعات کے مطابق عبادات میں سہولیات وآسانی پیدا کی ہیں۔

(ا) طہارت:

طہارت لغت میں نجاست حقیقی سے پاکی اور نزاہت حاصل کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں [illegible]
نجاست سے پاکی حاصل کرنا طہارۃ ہے، نجاست خواہ حقیقی ہو یا حکمی۔
طہارت کو نماز پر مقدم کیا اس لیے کہ وجودی اعتبار سے طہارت باقی تمام شرائط پر مقدم ہے۔

طہارت کے دو طریقہ شریعت نے بتائے ہیں:

ا۔ وضو ب۔ غسل

۱۔ ڈھلوں، عرفان، خالد ڈاکٹر، علم اصول فقہ اکی تعارف شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، ص: ۱/۱۳
۲۔ مرغینانی، برهان الدين ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی، هداية، شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، طبع اوّل [illegible]

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَاقُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ. وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ (۱)

ترجمہ: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ دھولیا کرو اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک اور اپنے سر کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو اور اگر تمہیں حاجت ہو تو غسل کر لیا کرو''

اس نص قرآنی سے وضوء اور غسل کی فرضیت کا ادراک بخوبی ہوجاتا ہے۔ انسانی زندگی میں مختلف حادثات وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ لہذا کبھی ایسی صورت حال پیدا ہوجاتی ہے کہ پانی کی عدم دستیابی ہوتی ہے۔ یا کوئی معذوری یا مرض وضو یا غسل کے فرض کو ادائیگی میں آڑے آجاتی ہے۔ اس مشکل یا مسئلہ کے حل کے لیے اللہ رب العزت نے تیمم کی سہولت فراہم کی ہے۔ ''تیمّم وضو اور غسل کا قائم مقام ہے اور منجملہ ان جلیل القدر نعمتوں کے جو اس امت کے ساتھ خاص ہیں۔ اگلی امتوں میں تیمّم نہ تھا۔ خیال کرو کہ جب ان کو پانی نہ ملتا ہوگا تو وہ لوگ کیا کرتے ہوں گے، یا تو طرح نجاست کی حالت میں نماز وغیرہ پڑھتے ہوں گے یا نماز ان کو چھوڑنا پڑتی ہوگی'' (۲)

تیمّم کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ. مَا يُرِيْدُاللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (۳)

ترجمہ: ''اور اگر بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی جائے ضرورت سے ہو کر آیا ہو یا عورتوں سے صحبت کی ہو اور پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک اور صاف ستھری مٹی سے تیمّم کرلو۔ (یعنی) اپنے مونہہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرلو۔ اور اللہ تعالیٰ تم پر کوئی تنگی نہیں کرنا چاہتا لیکن اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم کو صاف ستھرا رکھے اور یہ بھی کہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر گزار بنو''

اس آیت مبارکہ میں تیمّم کی خوشخبری سنائی گئی ہے اور تیمّم کے مباح ہونے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ تنگی کا معاملہ نہیں چاہتا بلکہ آسانی چاہتا ہے۔ لہٰذا حالت سفر میں اور مرض کی حالت میں یا پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ المائدہ: ۶

۲۔ فاروقی لکھنوی، مولانا عبد الشکور، علم الفقہ، دار الاشاعت، اردو باز، کراچی

۳۔ المائدہ: ۶

۱۔ مسلمان ہونا، کافر پر تیمّم واجب نہیں۔

۲۔ بالغ ہونا، نابالغ پر تیمّم واجب نہیں۔

۳۔ عاقل ہونا، دیوانہ اور میت اور بے ہوش پر تیمّم واجب نہیں۔

۴۔ حدث اصغر یا اکبر کا پایا جانا جو شخص دونوں حدیثوں سے پاک ہو اس پر تیمّم واجب نہیں۔

۵۔ جن چیزوں سے تیمّم جائز ہے ان کے استعمال پر قادر ہونا۔ جس شخص کو ان کے استعمال پر قدرت نہ ہو۔ اس پر تیمّم واجب نہیں۔

۶۔ نماز کے وقت کا تنگ ہو جانا شروع وقت میں تیمّم واجب نہیں۔

۷۔ نماز کا اس قدر وقت ملنا کہ جس میں تیمّم کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو اگر کسی کو اتنا وقت نہ ملے۔ تو اس پر تیمّم واجب نہیں (۱)

۲۔ نماز:

لفظ صلوٰۃ کے لغوی معنی دعائے خیر کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''وصل علیہم'' یعنی ان کے لیے دعا کرو (دوسرے معنی ہیں) اپنی رحمت ان پر نازل فرما۔

اصطلاح فقہ میں اس کے معنی ان اقوال وافعال (کے مجموعے) کے ہیں جو تکبیر (تحریمہ) سے شروع ہوتے اور سلام پر ختم ہوتے ہیں۔ اور اس کے لیے خاص شرائط ہیں۔ یہ تعریف ہر نماز کو شامل ہے جو تکبیر تحریمہ سے شروع اور سلام پر ختم ہو۔'' (۲)

نماز کے فرض ہونے کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿واقیموا الصلوٰۃ واتو الزکاۃ وارکعوا مع الراکعین﴾ (۳)

ترجمہ: ''اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''

اس آیت مبارکہ میں اقیموا الصلوٰۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور یہ امر کا صیغہ ہے جو کہ وجوب فعل کے لیے آتا ہے۔

﴿حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ، وقوموا للہ قانتین﴾ (۴)

۱۔ فاروقی لکھنوی، مولانا عبد الشکور، علم الفقہ، دار الاشاعت، اردو باز، کراچی، ص: ۱۲۸

۲۔ الجزیری، عبد الرحمٰن، کتاب الفقہ، علماء اکیڈمی لاہور۔ طبع پنجم ۱۹۹۳، ص: ۲۷۹/۱

۳۔ البقرۃ: ۴۳

۴۔ البقرۃ: ۲۳۸

نماز فرض ہے یہ نص سے ثابت ہے لیکن انسان کو اس فرض کی ادائیگی میں بھی شریعت نے سہولت فراہم کی ہے۔ کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں تخفیف کی سہولت دی گئی ہے۔ مثلاً

۱۔ مریض اور معذور کی نماز ۲۔ مسافر کی نماز

۱۔ مریض اور معذور کی نماز: نماز میں قیام فرض ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر﴾[1]

ترجمہ: ''نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور صبح کا قرآن''

''تعریف اس عذر کی جس میں نماز بیٹھ کر درست ہو یہ ہے کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہنچے اس پر قول ہے یہ دشواری قیام کی پہلے فرضوں سے ہو یا خود فرضوں کے اندر خواہ قیام نہ ہو سکے بسبب عذر کسی کے اس طرح کہ خوف کرے بیماری کے بڑھ جانے کا یا اس کے دیر سے اچھا ہونے کے باعث یا گھومنا اپنے سر کا یا پاوے اپنے قیام سے بہت سا درد یا ایسا ہو کہ اگر نماز کھڑا ہو کر پڑھے گا تو پیشاب جاری ہو جائیگا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائے گا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائے گا۔ تو وہ شخص بیٹھ کر نماز پڑھے۔ اگر چہ تکیہ پر یا کسی آدمی پر سہارا دیکر بیٹھے کیونکہ یہ بیٹھنا اس پر لازم ہے۔ قول مختار کے بموجب اور بیٹھے جس طرح چاہے۔ بموجب روایت مذہب کے، اس لیے کہ مرض نے مریض سے ارکان کو ساقط کر دیا ہے۔ یعنی کسی خاص صورت پر بیٹھنا اس کے لیے ضروری نہیں۔''[2]

سجدہ سہو:

نماز کی ادائیگی میں بھول چوک کی صورت میں سجدہ سہو کی سہولت حدیث:

حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن ابن شهاب عن الاعرج عن عبد اللہ ابن بحینة انه، قال صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم رکعتین من بعض الصلوٰت ثم قام فلم یجلس فقام الناس معه فلما قضی صلاته ونظرنا تسلیمه کبر قبل التسلیم فسجد سجدتین وهو جالس ثم سلم[3]

۱۔ بنی اسرائیل: ۷۸

۲۔ دُرالمختار غایۃ الاوطار، مترجم مولوی خرم علی صاحب، قانونی کتب خانہ، کچہری روڈ لاہور۔ کتاب الصلاۃ باب صلوٰۃ المریض، ص: ۱/۳۴۶

۳۔ صحیح بخاری، ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، باب ماجاء فی السهو اذا قام من رکعتی الفریضة مکتبہ دارالقرآن الحدیث، ص: ۱/۲۳

نووی شارح مسلم اس حدیث کی شرح میں امام شافعی کا وسیع تخفیفی مؤقف یوں بیان کرتے ہیں۔

''یہ حدیث امام شافعی اور ان کے موافقین کی دلیل ہے جو فرض، نفل نمازوں میں امام، مقتدی اورمنفرد کے لیے بچے، بچی، پاک پرندوں اور جانوروں کو اٹھانا جائز سمجھتے ہیں۔''(۱)

نجاست کی مختلف قسموں کا ذکر کرتے ہوئے ابن رشد انسانوں کے بول براز کے ناپاک ہونے پر علماء کا اتفاق بیان کرتے ہیں۔لیکن دودھ پیتا بچہ مستثنی ہے۔

'علماً کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابن آدم کا بول وبراز نجس ہے، سوائے اس بچے کے جو دودھ پیتا ہو اور حیوانوں کے بارے میں علماء کی آرا مختلف ہیں۔(۲)

واصل المسألة ان بول ما يؤكل لحمه نجس عندهما طاهر عند محمد رحمه الله تعالیٰ واحتج بحديث انس رضی الله عنه أن قوماً من عرنه جاؤا الی المدينة فأسموا فاجتووا المدينة فاصفرت ألوانههم وانتفخت بطونهم فامرهم رسول الله صلی الله عليه وسلم ان يخرجوا الی ابل الصدقة فيشربوا من ابوالها والبانها الحديث فلولم يكن طاهرا لما امرهم بشربه والعادة الظاهرة من اهل الحرمين بيع ابوال الابل فی القوار ير من نكير دليل ظاهر علی طهارتها.(۳)

ترجمہ: امام محمد حلال جانوروں کا پیشاب پاک سمجھتے تھے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ قبیلہ عرینہ کے لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقے کے اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم ہے۔امام محمد کے نزدیک اہل حرمین کا عمل بھی حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہونے کی دلیل ہے۔جو اونٹوں کا پیشاب شیشوں میں بند کرکے فروخت کرتے ہیں اور اسے برانہیں سمجھتے ، امام محمد کے اس مؤقف سے درج ذیل مسائل کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ حلال جانوروں کا پیشاب پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا اور اس کا پینا جائز ہے۔

۱۔ نووی، شرح مسلم، ص: ۱/۲۰۵

۲۔ قرطبی، ابن رشد الحفید، بداية المجتهد ونهاية المقتصد ، ص: ۱/۵۸

۳۔ السرخسیؒ، محمد بن احمد بن ابی سهيل، المبسوط . دارالمعرفة للطباعة والنشر بيروت الطبعة الثالثة ص: ۱/۵۴، ۵۵

۳۔ کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ اس بیان سے جانوروں کا علاج کرنے والے اور پیشہ ور دودھ فروشوں وغیرہ کے لیے اس مؤقف میں سہولت اور آسانی کا پہلو ہے۔

حدیث: حدثنا یحییٰ بن یحییٰ لتمیمی واسحاق بن ابراہیم وابو کریب جمیعاً عن ابی معاویۃ ووکیع واللفظ لیحییٰ قال انا ابو معاویۃ عن الاعمش عن ابراھیم عن ھمام قال بال جریر لم توضأ ومسح علی خفیه فقیل تفعل ھذا فقال نعم رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم بال لم توضأ ومسح علی خفیه [1]

ترجمہ: ہمام بیان کرتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیشاب کرنے کے بعد وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا ان سے کسی نے کہا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں۔ حضرت جریر نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک موزوں پر مسح مطلقاً جائز ہے مقیم رہے یا مسافر۔

امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ انہوں نے موزوں پر مسح کی بات اس وقت کی ہے جب اس کے دلائل دن کی روشنی کی طرح میرے سامنے" [2] واضح ہوگئے۔

کرخیؒ کہتے ہیں کہ" مجھے موزوں پر مسح ناجائز سمجھنے والے کے کافر ہونے کا اندیشہ ہے کیونکہ اس کے بارے میں آثار متواتر ہیں۔ [3]

فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ مسافر ایک دفعہ موزے پہن کر کتنے دنوں تک مسح کرتا رہے گا۔ چند آراء درج ذیل ہیں:

ترجمہ: مسافر تین دن رات تک موزوں پر مسح کرسکتا ہے۔ یہ مسلک امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا ہے۔ [4]

کان حسن بصری رضی الله عنه یقول المسح مؤبد للمسافر [5]

۱۔ مسلم، صحیح مسلم، کتاب الطہارت،

۲۔ السرخسیؒ، محمد بن احمد بن ابی سھیل، المبسوط۔ ص: ۹۸/۱

۳۔ السرخسیؒ، محمد بن احمد بن ابی سھیل، المبسوط۔ ص: ۹۸/۱

۴۔ ابن رشد، بدایة المجتھد، ص: ۱۵/۱

۵۔ السرخسیؒ، محمد بن احمد بن ابی سھیل، المبسوط۔ ص: ۹۸/۱

جائیں''۔

امام مالکؒ کے نزدیک مسافر کے لیے مسح علی الخفین کی رخصت غیر مؤقت ہے۔[1]

ترجمہ: انہی آثار و روایات کی وجہ سے مسافر کے لیے مسح علی الخفین کی رخصت تین دن رات کی بجائے ''اکثر من یوم و لیلة'' کے الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔[2]

عبارت: وعند هما له ان يؤتر على الدابة[3]

ترجمہ: ''نیز ان آئمہ کے نزدیک وتر واجب نہیں بلکہ سنت ہیں ائمہ احناف میں سے امام محمد اور امام ابو یوسف سواری پر وتر جائز سمجھتے ہیں''۔

سواری پر فرض ادا کرنے کے بارے میں فقہی آراء درج ذیل ہیں۔

فرض نماز کے لیے قبلہ رو ہونا ضروری ہے سواری پر اس کا امکان نہ ہونے کی وجہ سے سواری سے اترنا بھی ضروری ہے لیکن کچھ صورتوں میں سواری پر فرض بھی جائز ہو جاتے ہیں۔

(۱) شدت خوف۔

(۲) سواری کھڑی ہو، اس پر ہودج بھی ہو اور استقبال قبلہ، قیام، رکوع، سجود ممکن ہوں۔

(۳) سواری کشتی ہو۔

(۴) کوئی شخص سواری کے ہمراہ سفر کر رہا ہو اور بچھڑنے کا ڈر ہو۔[4]

ائمہ احناف کسی عذر کی موجودگی میں سواری پر فرض جائز قرار دیتے ہیں۔ مثلاً

فقد جوز لهم الصلاة على الدابة عند تعذر النزول بسبب المطر فكذلك بسبب الخوف من سبع أو عدو والان مواضع الضرورة مستثناة[5]

ترجمہ: ''احناف نے بارش، درندے یا دشمنی کے خوف سے سواری سے اترنا مشکل ہو جانے کی صورت

۱۔ ابن رشد، بدایة المجتهد، ص: ۱/۵۱

۲۔ السیوطی: الاشباہ والنظائر، ص: ۷۷

۳۔ السرخیؒ، محمد بن احمد بن ابی سهیل، المبسوط، ص: ۱/۲۵۰

۴۔ النووی، شرح المسلم: ص: ۱/۲۵۰

۵۔ السرخیؒ، المبسوط، ص: ۱/۲۱۷

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ بلا عذر سواری پر نماز کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ یعنی معقول عذر کی بناء پر سب کے نزدیک پر ہر قسم کی نماز جائز ہے۔

مریض کی نماز اور فقہاء

اسلامی فقہ کا معروف ضابطہ ہے کہ بیمار اگر کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے ورنہ سیدھا یا پہلو لیٹ کر نماز پڑھ لے۔ رکوع وسجود نہ کر سکتا ہو تو اشارے سے انہیں ادا کرے اگر یہ سب کچھ ممکن نہ ہو تو حدیث میں یہ کہا گیا ہے:

عبارت: ''ولا یجب علیه ان یستقبل لان الامام اذا صلی قاعداً والمقتدی قائما یصح الاقتداء''[1]

ترجمہ: ''اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنے والا مریض امام بھی بن سکتا ہے۔ اس مؤقف کے حق میں ایک فقہی رائے یہ ہے''۔

عبارت: عند امام ابی حنیفه وأبی یوسف رحمهما الله تعالیٰ استحساناً وعند محمد رحمه الله تعالیٰ لایصح قیاساً۔

حدیث: جابر رضی الله عنه انه قال سقط رسول الله صلی الله علیه وسلم عن فرس فجحش شقه الا یسر فلم یحرج ایاماً فالصحابة دخلوا علیه فوجدوه فی الصلاة قاعداً فاقتدوا به قیاماً[2]

ترجمہ: امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف استحساناً جواز کے قائل ہیں اور ان کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی آخری نماز بیٹھ کر پڑھانا ہے۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے زخمی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے آنے والوں کو گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

عبارت: وقال محمد بن مقاتل رازی رحمه الله تعالیٰ اذا کان وجهه الی القبلة له ان یصلی الی عنه القبلة فاذا برأ اعاد الصلاة ولکنا نقول فی ظاهر الروایة لایجب علیه اعادة الصلاة لان التوجه الی القبلة شرط جواز الصلاة والقیام والقراءة والرکوع والسجود ارکان

۱۔ السرخسی، المبسوط، ص: ۱/۲۱۴

۲۔ السرخسی، المبسوط، ص: ۱/۲۰۶

سقط عنه من الشروط بعذر المرض لا يجب عليه اعادة الصلاة[1]

ترجمہ: محمد بن مقاتل رازی کہتے ہیں کہ جب مریض کا منہ قبلہ کی طرف نہ ہو، اس کے لیے خود قبلہ کی طرف منہ کرنا ممکن نہ ہو اور کوئی اسے قبلہ رو کرنے والا بھی موجود نہ ہو تو وہ ایسی حالت میں نماز پڑھے گا۔ اور صحت مند ہونے پر اسے نماز لوٹانا ہوگی۔ لیکن ظاہر روایت کے مطابق نماز دہرانا ضروری نہیں بیماری کے عذر نے نہ صرف ارکان نماز بلکہ شروط نماز کو بھی ساقط کر دیا ہے۔

عطاء بن ابی رباح:

اذا لم يطق قاعداً صلى على جنب کے باب میں ہی حضرت عطاء بن ابی رباح کا قول "اذا لم يقدر على ان يتحول الى القبلة صلى حيث كان وجهه،" شامل کیا ہے جس سے حضرت عطاء اور امام بخاری کا یہ رجحان سامنے آتا ہے کہ وہ حالتِ مرض میں غیر قبلہ کی طرف بھی نماز جائز سمجھتے تھے۔[2]

جس سے حضرت عطاءؒ اور امام بخاریؒ کا یہ رجحان سامنے آتا ہے کہ وہ حالت مرض میں غیر قبلہ کی طرف بھی نماز جائز سمجھتے تھے۔

بھوک میں نماز سے پہلے کھانا

حدیث:

عن ابن عمر رضي الله عنه؛ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((إذا وضع عشاء أحدكم واقيمت اصلاة فابدوا بالعشاء ولا يعجلن حتى يفرغ منه[3]

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے سامنے رات کا کھانا رکھا جائے اور نماز قائم کی جارہی ہو تو تم کھانا کھاؤ اور جلدی نہ کرو یہاں تک کہ تم اس سے فارغ ہو جاؤ"

یعنی بھوک لگی ہو اور عین نماز کے وقت کھانا سامنے آجائے تو نماز ادا کرنے سے پہلے کھانا کھا لینا جائز

---

۱. السرخسي، المبسوط، دار المعرفة، للطباعة والنشر . بيروت، ص: ۱/۲۱٦

۲. البخاری، صحيح بخاری، ص: ۱/۲۰۸

۳. صحيح مسلم، دار الاحياء التراث العربي، باب باب كراهة الصلاة، بحضرة الطعام، ص: ۱/۳۹۲

بظاہر یہ اجازت و رخصت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن بعض فقہاء نے اس کی ایسی تاکید کی ہے کہ نماز پہلے پڑھنا مکروہ قرار دیا ہے۔ مثلاً

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا سامنے آجانے پر تقدیم نماز مکروہ ہے کیونکہ دل کھانے کی طرف متوجہ ہونے سے کمال خشوع ضائع ہو جاتا ہے۔ جمہور شافعی فقہاء اس کراہیت کے قائل ہیں بعض شوافع کا یہ کہنا کہ بھوک کی شدت کو کم کرنے کے لیے چند لقمے کھا لیے جائیں پھر نماز سے فارغ ہو کر باقی کھانا کھایا جائے غلط ہے اور یہ حدیث اس کو غلط ثابت کرنے میں صریح ہے۔[1]

بھول کر کھانے پینے کا مفسد روزہ نہ ہونا:

حدیث : عبدان اخبرنا یزید بن زریع حدثنا هشام حدثنا ابن سیرین عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ((إذا نسی فأكل وشرب فليتم صومه. فإنما أطعمه الله وسقاه))[2]

ترجمہ: ہم سے عبدان نے بیان کیا کہا ہم کو یزید بن زریع نے خبر دی، کہا، ہم سے ہشام نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن سیرین نے انہوں نے ابو ہریرہؓ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھولے سے کوئی روزے میں کھا پی لے تو اپنا روزہ پورا کرے اللہ نے اس کو کھلایا پلایا۔

یہ احادیث اکثر فقہاء کے اس مؤقف کی دلیل ہے کہ بھول کر کھانے پینے اور جماع سے روزہ نہیں ٹوٹتا ان فقہاء میں امام ابو حنیفہ، شافعی اور داؤد (ظاہری) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں[3]

من اكل أو شرب أو جامع ناسياً فى صومه لم يفطره ذلك والنفل والفرض فيه سواء[4]

جو کوئی بھول کر کھالے یا پی لے اس پر قضا لازم نہیں ہے۔ خواہ یہ فرض روزہ ہو یا نفلی روزہ ہو۔

---

۱. نووی، شرح صحیح مسلم، دارالاحیاء التراث العربی بیروت. الطبعة الثانية ۱۹۷۲، ص: ۲۰۸/۲

۲. البخاری، صحیح بخاری، باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسياً، حديث نمبر ۱۸۱۲

۳. نوویؒ، شرح صحیح مسلم، ص: ۵۵/۱

۴. السرخسیؒ، المبسوطة، ص: ۶۵/۳

بلیوں ، گدھوں، خچروں اور گھوڑوں کا جوٹھا بہت سے فقہاء کے نزدیک پاک ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ گھروں میں رہنے کی وجہ سے چیزوں کو ان سے بچانا مشکل ہے۔ اس لیے عموم بلویٰ کے پیش نظر ان کا جوٹھا پاک قرار دیا جائے گا۔

۲۔ بلی کا جوٹھا پاک ہونے کے بارے نبی کریمؐ کی صراحت موجود ہے۔

۳۔ لوگوں کے قریب رہنے کی وجہ سے کثرتِ بلویٰ کی صورت بلی کی طرح گدھے، خچر اور گھوڑے میں بھی پائی جاتی ہے۔ نیز ان جانوروں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری خاص طور پر حجاز کی گرمی میں ان کا پسینہ پاک ہونے کی دلیل ہے۔ اس بات سے ان کا جوٹھا پاک ہونے پر بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ شکاری پرندوں مثلاً باز، شاہین وغیرہ کا جوٹھا بظاہر ان کے گوشت کی طرح ناپاک ہونا چاہیے، لیکن استحسان کا تقاضا ہے کہ پاک ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خشک اور سخت ہڈی سے بنی چیز (چونچ) سے پیتے ہیں۔ نیز ہوا سے فضا کی طرف سے آنے کی وجہ سے پانی وغیرہ کو ان سے بچانا مشکل ہے۔ خاص طور پر ریگستانوں اور جنگلوں میں گھوڑوں اور گدھوں کا جوٹھا پاک ہونے سے ذیلی طور پر ان کا لعاب اور پسینہ بھی پاک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نیز کپڑوں کو لگنے کی صورت میں پاک رہتے ہیں اور ان میں نماز جائز ہوتی ہے۔[1]

۱۔ السرخسیؒ، المبسوط ،ص: ۱/ ۴۹۔ ۵۰

خلاصہ باب دوم

اس باب میں تین فصلیں زیر بحث لائی گئی ہیں ۔ان میں قرآن پاک میں تیسیر کی جو مثالیں درج ہیں۔

☆ اُن میں سے چند ایک کا تذکرہ فصل اول میں درج کیا گیا ہے۔

☆ عدم حرج سے متعلق تین مثالیں درج ہیں۔جن کا خلاصہ یہ ہے۔

☆ دین کے معاملہ میں کوئی حرج نہیں ہے ۔اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر تنگی کا معاملہ نہیں چاہتا ہے۔عدمِ حرج کی طرح قلتِ تکلیف کی بھی تین امثلہ درج کی گئی ہیں۔

☆ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی بھی نفس کو اس کی استطاعت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بناتا ہے۔

☆ التدریج کے ذیل میں حرف ایک مثال دی گئی ہے جس میں شراب کی حرمت کا تدریجاً ذکر کیا گیا ہے۔

☆ دوسری فصل میں اصول تیسیر کو امثلہ،فی السنۃ کے ساتھ درج کیا گیا ہے ۔عدمِ حرج کی تین امثلہ،قلتِ تکلیف کی تین امثلہ، جبکہ التدریج کی دو مثالیں درج کی گئی ہیں ۔

☆ تیسری فصل میں فقہاء کی آراءکو زیرِ بحث لایا گیا ہے ۔

اور اس میں بالترتیب عدمِ حرج ،قلتِ تکلیف اور التدریج پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

باب سوم

مأموراتِ شرعیہ/ممنوعات شرعیہ

فصل اوّل: اوامر شرعیہ میں اصولِ تیسیر

ا۔ عبادات

ب۔ معاملات

فصل دوم: ممنوعاتِ شرعیہ میں اصولِ تیسیر

ا۔ حرام

ب۔ مکروہ

فصل اوّل

اوامر شرعیہ

اوامر شرعیہ

۱. امر : الأمر هو مادلّ على الطلب بالصيغة الإنشائية المعرفة فى علم العربية.

۲. الأمر يدل على الوجوب حقيقة فى اللغة والشرع ولا يخرج عنه إلا لقرينة صارفة واضحة صحيحة ولايثبت الوجوب إلا بحديث صحيح اتفاقاً أو حسن عند الأكثر.

۳. قد يخرج الأمر عن حقيقة إلى الندب ولإباحة والإرشاد وغير هذه المعانى المصححة ويجمحها عند التحقيق الندب.[۱]

''امر کی تعریف یہ ہے۔ اللفظ الموضوع لطلب الفعل علی سبیل الاستعلاء، یعنی امر ایسا لفظ ہے جو کسی فعل کے کرنے کے مطالبہ کے لیے وضع کیا گیا ہو اور اس مطالبہ میں برتری وبالادستی پائی جاتی ہو۔ اس تعریف میں دو باتیں قابل لحاظ ہیں اوّل یہ کہ تعریف میں ''علی سبیل الاستعلاء (بطریق بالادستی) کی قید ہے۔ یہ قید اس بات کو بتاتی ہے کہ حکم دینے والا کا حقیقت میں بلند وبالا دست ہو ناشرط نہیں۔ بلکہ شرط یہ ہے کہ وہ خود کو بلند وبالا دست سمجھتا ہو خواہ فی الواقع بالادست ہو یا نہیں۔ دوم یہ کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ امر اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد وہ خصوصی قول ہے جو حکم کے لیے ہو۔ جمہور کہتے ہیں کے امر مجازاً فعل کو بھی کہتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ بِرَشِيۡدٍ﴾ [۲]

ترجمہ: ''حالانکہ فرعون کی کوئی بات درست نہ تھی۔ اس آیت میں امر سے فرعون کا فعل مراد ہے۔ یہاں سبب کا مسبب پر اطلاق کیا گیا ہے۔ [۳]

امر وجوب کا متقاضی ہوتا ''الامر بعد الخطر يكون للوجوب عند الأكثر ولأباحة عند ابن الحاجب وجمهور الفقهاء [۴]

ترجمہ: ''امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اکثر فقہاء کی رائے میں، جبکہ جمہور فقہاء اور ابن حاجب کے نزدیک

---

۱. الوزیر، أحمد بن محمد بن علی، المصفیٰ فی اصول الفقه از توزیع دارالفکر بدمشق، الطبعة اعادة [illegible] ص: [illegible]

۲. هود: ۹۷

۳. شوکانی: ارشاد، الفحول، ص: ۹۱، آمدی الاحکام، ۱۸۸/۲

۴. الوزیر، أحمد بن محمد بن علی، المصفیٰ فی اصول الفقه از توزیع دارالفکر بدمشق، الطبعة اعادة [illegible] ص: [illegible]

وسہولت کا ایک پہلو یہ نظر آتا ہے کہ زمانہ کے بدلتے حالات قرآن میں تبدیلی کا امکان [illegible]
بنیاد پر حکم میں تغیر، دین کے بنیادی ڈھانچے کو نقصان پہنچائے بغیر صیغہ امر کو جوب کی جگہ [illegible]
محمول کرنا اور انفرادی شخصی معاملات میں نرمی کا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

اوامر شرعیہ میں اصولِ تیسیر

اوامر الشرعیہ کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ عبادات ۲۔ معاملات

۱۔ عبادات: یہ فقہ اسلامی کا اوّلین موضوع ہے جس سے فقہ کی ہر کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ اس جزو میں طہارت [illegible]
زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ کے احکام سے بحث ہوتی ہے۔ (۱)

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے زندگی کے تمام احکامات میں فطرت انسانی کو مدنظر رکھتا ہے۔ اسلام نے عبادات میں [illegible]
حالات وواقعات کے مطابق عبادات میں سہولیات وآسانی پیدا کی ہیں۔

(ا) طہارت:

طہارت لغت میں نجاست حقیقی سے پاکی اور نزاہت حاصل کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں [illegible]
نجاست سے پاکی حاصل کرنا طہارۃ ہے، نجاست خواہ حقیقی ہو یا حکمی۔
طہارت کو نماز پر مقدم کیا اس لیے کہ وجودی اعتبار سے طہارت باقی تمام شرائط پر مقدم ہے۔

طہارت کے دو طریقہ شریعت نے بتائے ہیں:

ا۔ وضو ب۔ غسل

۱۔ ڈھلوں، عرفان، خالد ڈاکٹر، علم اصول فقہ ایک تعارف شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، ص: ۱/۱۳
۲۔ مرغینانی، برھان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی، ھدایۃ، شریعۃ اکیڈمی، اسلام آباد، طبع اوّل [illegible]

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ. وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ (۱)

ترجمہ: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ دھو لیا کرو اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک اور اپنے سر کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو اور اگر تمہیں حاجت ہو تو غسل کر لیا کرو''

اس نص قرآنی سے وضوء اور غسل کی فرضیت کا ادراک بخوبی ہو جاتا ہے۔ انسانی زندگی میں مختلف حادثات وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ لہذا کبھی ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے کہ پانی کی عدم دستیابی ہوتی ہے۔ یا کوئی معذوری یا مرض وضو یا غسل کے فرض کو ادائیگی میں آڑے آجاتی ہے۔ اس مشکل یا مسئلہ کے حل کے لیے اللہ رب العزت نے تیمم کی سہولت فراہم کی ہے۔ ''تیمّم وضو اور غسل کا قائم مقام ہے اور منجملہ ان جلیل القدر نعمتوں کے جو اس امت کے ساتھ خاص ہیں۔ اگلی امتوں میں تیمّم نہ تھا۔ خیال کرو کہ جب ان کو پانی نہ ملتا ہوگا تو وہ لوگ کیا کرتے ہوں گے، اسی طرح نجاست کی حالت میں نماز وغیرہ پڑھتے ہوں گے یا نماز ان کو چھوڑنا پڑتی ہوگی'' (۲)

تیمّم کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْھِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ مِّنْهُ. مَا یُرِیْدُاللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ﴾ (۳)

ترجمہ: ''اور اگر بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی جائے ضرورت سے ہو کر آیا ہو یا عورتوں سے صحبت کی ہو اور پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک اور صاف ستھری مٹی سے تیمّم کرلو۔ (یعنی) اپنے مونہہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرلو۔ اور اللہ تعالیٰ تم پر کوئی تنگی نہیں کرنا چاہتا لیکن اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم کو صاف ستھرا رکھے اور یہ بھی کہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے تا کہ تم شکر گزار بنو''

اس آیت مبارکہ میں تیمّم کی خوشخبری سنائی گئی ہے اور تیمّم کے مباح ہونے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ تنگی کا معاملہ نہیں چاہتا بلکہ آسانی چاہتا ہے۔ لہذا حالت سفر میں اور مرض کی حالت میں یا پانی نہ پانے کی صورت میں تیمّم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ المائدہ: ۶

۲۔ فاروقی لکھنوی، مولانا عبد الشکور، علم الفقہ، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی

۳۔ المائدہ: ۶

۱۔ مسلمان ہونا، کافر پر تیمّم واجب نہیں۔

۲۔ بالغ ہونا، نابالغ پر تیمّم واجب نہیں۔

۳۔ عاقل ہونا، دیوانہ اور میت اور بے ہوش پر تیمّم واجب نہیں۔

۴۔ حدث اصغر یا اکبر کا پایا جانا جو شخص دونوں حدیثوں سے پاک ہو اس پر تیمّم واجب نہیں۔

۵۔ جن چیزوں سے تیمّم جائز ہے ان کے استعمال پر قادر ہونا۔ جس شخص کو ان کے استعمال پر قدرت نہ ہو۔ اس پر تیمّم واجب نہیں۔

۶۔ نماز کے وقت کا تنگ ہو جانا شروع وقت میں تیمّم واجب نہیں۔

۷۔ نماز کا اس قدر وقت ملنا کہ جس میں تیمّم کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو اگر کسی کو اتنا وقت نہ ملے۔ تو اس پر تیمّم واجب نہیں (۱)

۲۔ نماز:

لفظ صلوٰۃ کے لغوی معنی دعائے خیر کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''وصل علیہم'' یعنی ان کے لیے دعا کرو (دوسرے معنی ہیں) اپنی رحمت ان پر نازل فرما۔

اصطلاح فقہ میں اس کے معنی ان اقوال وافعال (کے مجموعے) کے ہیں جو تکبیر (تحریمہ) سے شروع ہوتے اور سلام پر ختم ہوتے ہیں۔ اور اس کے لیے خاص شرائط ہیں۔ یہ تعریف ہر نماز کو شامل ہے جو تکبیر تحریمہ سے شروع اور سلام پر ختم ہو۔'' (۲)

نماز کے فرض ہونے کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿واقیموا الصلوٰۃ واتو الزکاۃ وارکعوا مع الراکعین﴾ (۳)

ترجمہ: ''اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''

اس آیت مبارکہ میں اقیموا الصلوٰۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور یہ امر کا صیغہ ہے جو کہ وجوب فعل کے لیے آتا ہے۔

﴿حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ، وقوموا للہ قانتین﴾ (۴)

۱۔ فاروقی لکھنوی، مولانا عبد الشکور، علم الفقہ، دار الاشاعت، اردو باز، کراچی، ص: ۱۲۸

۲۔ الجزیری، عبد الرحمٰن، کتاب الفقہ، علماء اکیڈمی لاہور۔ طبع پنجم ۱۹۹۳، ص: ۱/۲۷۹

۳۔ البقرۃ: ۴۳

۴۔ البقرۃ: ۲۳۸

نماز فرض ہے یہ نص سے ثابت ہے لیکن انسان کو اس فرض کی ادائیگی میں بھی شریعت نے سہولت فراہم کی ہے۔ کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں تخفیف کی سہولت دی گئی ہے۔ مثلاً

۱۔ مریض اور معذور کی نماز ۲۔ مسافر کی نماز

۱۔ مریض اور معذور کی نماز: نماز میں قیام فرض ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر﴾[1]

ترجمہ: ''نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور صبح کا قرآن''

''تعریف اس عذر کی جس میں نماز بیٹھ کر درست ہو یہ ہے کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہنچے اس پر قول ہے یہ دشواری قیام کی پہلے فرضوں سے ہو یا خود فرضوں کے اندر خواہ قیام نہ ہو سکے بسبب عذر کسی کے اس طرح کہ خوف کرے بیماری کے بڑھ جانے کا یا اس کے دیر سے اچھا ہونے کے باعث یا گھومنا اپنے سر کا یا پاوے اپنے قیام سے بہت سا درد یا ایسا ہو کہ اگر نماز کھڑا ہو کر پڑھے گا تو پیشاب جاری ہو جائیگا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائے گا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائے گا۔ تو وہ شخص بیٹھ کر نماز پڑھے۔ اگر چہ تکیہ پر یا کسی آدمی پر سہارا دیکر بیٹھے کیونکہ یہ بیٹھنا اس پر لازم ہے۔ قول مختار کے بموجب اور بیٹھے جس طرح چاہے۔ بموجب روایت مذہب کے، اس لیے کہ مرض نے مریض سے ارکان کو ساقط کر دیا ہے۔ یعنی کسی خاص صورت پر بیٹھنا اس کے لیے ضروری نہیں۔''[2]

سجدہ سہو:

نماز کی ادائیگی میں بھول چوک کی صورت میں سجدہ سہو کی سہولت حدیث:

حدثنا عبد الله بن یوسف قال اخبرنا مالک عن ابن شهاب عن الاعرج عن عبد الله بن بحینة انه، قال صلی لنا رسول الله صلی الله علیه وسلم رکعتین من بعض الصلوٰت ثم قام فلم یجلس فقام الناس معه فلما قضی صلاته ونظرنا تسلیمه کبر قبل التسلیم فسجد سجدتین وهو جالس ثم سلم[3]

۱۔ بنی اسرائیل: ۷۸

۲۔ دُرالمختار غایة الاوطار، مترجم مولوی خرم علی صاحب، قانونی کتب خانہ، کچہری روڈ لاہور۔ کتاب الصلاۃ باب صلوٰۃ المریض، ص: ۱/۳۴۶

۳۔ صحیح بخاری، ابی عبد الله محمد بن اسماعیل بخاری، باب ماجاء فی السهو اذا قام من رکعتی الفریضة مکتبہ دارالقرآن الحدیث، ص: ۱/۶۳:

باب دوم

اصولِ تیسیر از روئے قرآن والسنة، فقہاء کی آراء

فصل اوّل: اصولِ تیسیر وامثلہ فی القرآن

فصل دوم: اصولِ تیسیر وامثلہ فی السنة

فصل سوم: اصولِ تیسیر فقہاء کی آراء میں

فصل اوّل

اصولِ تیسیر وامثلہ فی القرآن

اصولِ تیسیر وامثلہ فی القرآن

۱. ﴿یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر﴾[۱]

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے سختی نہیں کرنا چاہتا ہے۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے۔غرض اسلامی نظریہ حیات میں تمام عبادات ایسی ہیں کہ جس دل میں ان کا صحیح ذوق پیدا ہو جائے، اسے شعور ملتا ہے کہ وہ پوری زندگی کے معاملات میں نرم رویہ اختیار کرے۔سختی نہ کرے۔اس کے نتیجے میں ایک مسلمان کی زندگی میں سادگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کی زندگی پاک ہو جاتی ہے۔ اس میں کوئی تکلف نہیں ہوتا۔عملی زندگی کے پورے معاملات ایک سہل رواں کی طرح جاری وساری ہیں۔اور ہر جگہ یہ شعور مومن کے ساتھ ہوتا ہے۔[۲]

۲. ﴿ماجعل علیکم فی الدین من حرج﴾[۳]

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے دین کے معاملہ میں تمہارے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے''

تشریح: اللہ کا فرمان ہے کہ کرامت محمدیہ کو دیگر امتوں پر شرافت وکرامت عزت وبزرگی عطا فرمائی کامل رسول اور کامل شریعت سے تمہیں سرفراز کیا تمہیں آسان ، سہیل اور عمدہ دین دیا۔ وہ احکام تم پر نہ رکھے وہ سختی تم پر نہ کی اور وہ بوجھ تم پر نہ ڈالے جو تمہارے لیے ممکن نہ ہو۔ جو تم پر گراں گزریں جنہیں تم بجا نہ لا سکو۔ اسلام کے بعد سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ تاکید والا رکن نماز ہے۔ گھر میں آرام سے بیٹھے ہیں تو چار رکعت فرض اور پھر اگر سفر ہو تو وہ بھی دو ہی رکعتیں رہ جائیں اور خوف میں تو حدیث کے مطابق صرف ایک ہی رکعت وہ بھی سواری پر ہو تو اور اگر پیدل ہو تو رو بقبلہ ہو کر پڑھیں۔ پھر نماز کا قیام بھی بوجہ بیماری کے معاف ہو جاتا ہے۔ مریض بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹے لیٹے ادا کریں۔ اسی طرح اور فرائض اور واجبات کو دیکھو کہ کس قدر ان میں اللہ تعالیٰ نے آسانیاں رکھی ہیں۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

۱۔ البقرۃ:۱۸۵

۲۔ کیلانی، مولانا عبدالرحمٰن ،تیسیر القرآن، مکتبۃ السلام لاہور۔ ص: ۱/ ۲۰۳

۳۔ الحج: ۷۸

ترجمہ: ''حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسانی پیدا کرو اور سختی میں مبتلا نہ کرو۔ لوگوں کو خوشخبری دو اور ایسی باتیں نہ کرو جن سے نفرت پیدا ہو''

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں کہ:

''تمہارے دین میں کوئی سختی وتنگی نہیں ہے۔''[۲]

۳۔ ﴿ما یرید اللّٰہ لیجعل علیکم فی الدین من حرج وّلکن یرید لیطھر کم﴾[۳]

ترجمہ: ''اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں کسی دشواری میں مبتلا کرے بلکہ اس کا اصلی مقصد تمہیں پاک اور صاف کرنا ہے

تشریح: دین میں آسانی، یعنی تمہاری مجبوریوں کا لحاظ رکھتے ہوئے تمہیں رخصتیں عطا کرتا ہے۔ مثلاً کسی مریض کو پانی کے استعمال سے تکلیف یا تکلیف کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو اسے خواہ حدث اصغر لاحق ہو یا حدث اکبر وہ وضو یا غسل کے بجائے تیمّم کرسکتا ہے۔ یا ایسا مسافر جس کو وضو یا غسل کے لیے پانی مل ہی نہ رہا ہو۔ اس کے لیے بھی یہی رعائت ہے۔[۴]

قلّت تکلیف ۔ امثلہ

﴿لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا﴾[۵]

ترجمہ: ''اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا ہے''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون سزا و جزا کا کلیہ بیان فرما دیا ہے۔ یعنی جو کام کسی انسان کی استطاعت سے بڑھ کر ہیں ان پر انسان سے باز پرس نہیں ہوگی۔ باز پرس تو صرف اس بات پر ہوگی۔ جو انسان کے اختیار اور استطاعت میں ہو۔ اور جہاں انسان مجبور ہو جائے وہاں گرفت نہ ہو۔ مگر اس اختیار، استطاعت اور مقدرت کا فیصلہ انسان کو نیک نیتی سے کرنا چاہیے کیونکہ

۱۔ البخاری، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر
۲۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، حذیفہ اکیڈمی، ص:۳/۴۴۳۔۴۴۴۔ لاہور
۳۔ المائدہ: ۱۰۶
۴۔ کیلانی، مولانا عبد الرحمٰن، تیسیر القرآن، مکتبہ السلام لاہور۔ ص: ۱/۵۰۷
۵۔ البقرۃ: ۲۸۵

﴿یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الإنسان ضعیفاً﴾(۲)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ تخفیف کا ارادہ فرماتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے''

احکام شریعہ میں انسانی کمزوریوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تمہارے لیے احکام میں تخفیف فرمائے یعنی آسانی فرمائے اور اس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ انسان کا ضعف اور انسان کی کمزوری اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ ان کمزوریوں کا احکام میں لحاظ رکھا ہے اور ایسے احکام دیئے ہیں۔ جو بندوں کی قدرت سے باہر نہ ہوں۔(۳)

﴿ویضع عنهم اصرهم والا غلال التی کانت علیهم﴾(۴)

ترجمہ: ''اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں''

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ بوجھ جو لوگوں کے دلوں پر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہلکا کرتے ہیں اور رواج کی جن زنجیروں میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہٹا دیتے ہیں اور وہ آسانی اور بخشش اور معافی لے کر آئے ہیں۔(۵)

التدریج وامثلہ

﴿فیهما إثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبر من نفعهما﴾(۶)

ترجمہ: ''ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے فوائد ہیں۔ لیکن ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بہت بڑا ہے''۔

تفسیر/ تشریح: شراب کی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے بھی بعض سلیم طبعتیں اس کو گوارا نہیں کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں شراب کے متعلق حکم دیجئے۔ ﴿فانها مذهبة للعقل ومسلبة للمال﴾ یہ عقل زائل کرتے

۱۔ کیلانی، مولانا عبدالرحمن، تیسیر القرآن۔ص:۱/۲۴۲۔
۲۔ النساء: ۲۸
۳۔ انوار البیان فی کشف اسرار القرآن، ص:۲/۲۲۳
۴۔ الاعراف: ۱۵۷
۵۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، حذیفہ اکیڈمی، لاہور۔ص:۲/۲۲۱
۶۔ البقرۃ: ۲۱۹

بعض پیتے رہے۔ کیونکہ اس میں صراحۃً روکا نہیں گیا۔

یعنی یہ درست ہے کہ شراب سے عارضی سرور اور جوئے سے بغیر محنت ومشقت کے دولت مل جاتی ہے لیکن ان کے نقصانات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کے سامنے اس نفع قلیل کی کوئی اہمیت نہیں رہتی ہے۔(۱)

حرمت شراب کا دوسرا حکم:

﴿یا ایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون﴾(۲)

ترجمہ: ''مسلمانو! نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ تم جو کچھ کہتے ہو۔ اس کو جان سکو''

تفسیر: عرب میں شراب کا استعمال عام تھا اگر اسے یک لخت حرام کردیا جاتا تو مسلمان بڑی مشکل میں مبتلا ہو جائے۔ اس لیے حکیم وعلیم خدا نے اس کی حرمت کے احکام تدریجاً نازل فرمائے۔ ابتدا میں تو صرف اتنا اشارہ کردیا۔ کہ یہ مضر اور نقصان دہ چیز ہے۔ اس سے بعض لطیف طبائع نے شراب چھوڑ دی۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ جس میں اوقات نماز میں شراب کی ممانعت کردی گئی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ دن میں شراب کا استعمال بند ہوگیا۔ عشاء کی نماز کے بعد لوگ اس سے شغل کرتے کچھ مدت کے بعد شراب کا قطعی حکم نازل ہوا۔

آیت کا شانِ نزول:

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک روز حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے ہاں کئی صحابہ مدعو تھے کھانے کے بعد دورِ شراب چلا جب وہ اس کے نشہ سے جھوم رہے تھے۔ تو مغرب کی نماز کا وقت آگیا۔ ایک صاحب امامت کے لیے آگے بڑھے اور اتفاق سے سورۃ الکافرون پڑھنا شروع کردی اور بے ہوشی میں ﴿لا اعبد ماتعبدون﴾ کی جگہ ﴿اعبد ما تعبدون﴾ پڑھ گئے۔ جس سے معنی بالکل بدل گئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا''۔(۳)

۱۔ شاہ، پیر محمد کرم، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز۔ لاہور، ص:۱/۱۴۹، ۱۵۰

۲۔ النساء:۴۳

۳۔ شاہ، پیر محمد کرم، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، لاہور۔ ص:۱/۳۴۷

اس کے بعد تصریح کے ساتھ ممانعت کا قطعی حکم دیا۔

﴿یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون﴾[1]

ترجمہ: ''مسلمانو! شراب، جواء بت اور جوئے کے تیر روحانی ناپاکی اور شیطان کے کام ہیں اس لیے ان سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ، شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے میں تمہارے درمیان عداوت ڈال دے اور تم کو خدا کے ذکر اور نماز سے روک دے، تو کیا تم ان سے باز آؤ گے۔''

عرب میں شراب کا عام رواج تھا۔ گنتی کے چند آدمیوں کے علاوہ سب اس کے متوالے تھے شراب چونکہ جسمانی اور روحانی بیماریوں کا سبب، اخلاقی اور معاشی خرابیوں کی جڑ اور فتنہ وفساد کی علت ہے۔ اسلام کے پاکیزہ نظامِ حیات میں اس کی کیوں کر گنجائش ہوسکتی تھی۔ اللہ تعالی نے اسے قطعی حرام کر دیا۔ لیکن حرمت کا حکم آہستہ آہستہ اور تدریجاً نازل ہوا۔ تاکہ لوگوں کو اس پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ میں اتنا کہنے پر اکتفاء کیا گیا کہ ﴿فیھما اثم کبیر ومنافع للناس﴾ اس کے کچھ عرصے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ﴿ولا تقربوا لصلوٰۃ وانتم سکاری﴾ کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو۔ یہ آیات اس آخری حکم کا پیش خیمہ تھیں اگرچہ شراب کی حرمت کا صراحتاً ان میں ذکر نہ تھا۔ لیکن کئی سلیم طبیعتوں نے اسی وقت ہی شراب چھوڑ دی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارگاہ الٰہی میں اس کی قطعی حرمت کے لیے التجائیں کیا کرتے تھے۔ عرض کرتے ﴿اللھم بین لنا بیاناً شافیاً﴾ اس اثنا میں چند ایسے واقعات بھی رونما ہوئے جس سے شراب پینے کے مفاسد اور نقصانات کا صحابہ کرام کو زیادہ سے زیادہ احساس ہونے لگا۔ جب ایمان پختہ ہوگئے۔ تعلیمات اسلامیہ قلب وروح کی گہرائیوں میں بس گئیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کے سامنے سرخم تسلیم کرنے کی عادت بن گئی۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خادم کو حکم دیا کہ مدینہ کے گلی کوچوں میں پھر کر بلند آواز سے ان آیات کا اعلان کرے۔ جب وہ منادی کرنے والا اعلان کرنے نکلا تو کئی جگہ شراب کی محفلیں آراستہ تھی۔ میخوار جمع تھے۔ پیالے گردش میں تھے۔ جونہی کان میں ﴿ھل انتم منتھون﴾ کی آواز پہنچی ہاتھوں پر رکھے ہوئے پیالے زمین پر پٹخ دیے گئے۔[2]

۱۔ المائدہ: ۹۰

۲۔ شاہ، پیر محمد کرم، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، لاہور۔ ص:۱/ ۵۰۷

فصل دوم

اصول تیسیر و امثلہ فی السنة

ا۔ اصل اوّل: عدمِ حرج ۔ امثلہ فی السنة

ب۔ اصل دوم: قلت تکلیف ۔ امثلہ فی السنة

ج۔ اصل سوم: التدریج ۔ امثلہ فی السنة

قرآن مجید اسلامی نظام حیات میں ایک دستور کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ اس دستور کی تشریح سنت رسول آخر الزمان کی صورت میں دی گئی ہے۔ عدم حرج فقہی اصول میں سے ایک اصول ہے اور اس کی سنت میں بہت سے مثالیں ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

(۱) "یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا وتطا وعا ولا تختلفاً"(۱)

ترجمہ: "آسانی کرنا مشکل نہ ڈالنا، رغبت دلانا نفرت نہ دلانا، موافقت کے جذبہ کو فروغ دینا، اختلاف نہ ...

(۲) احب الدین الی اللّٰہ الحنیفیة السمحة(۲)

ترجمہ: "اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین حنفی ہے جو آسان ہے۔

کعبہ کے ایک حصہ (حطیم) کو خانہ کعبہ کے ساتھ شامل نہ کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے حضرت عائشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۳) لو لاحدثان قومک بالکفر لنقضت الکعبة وبنیتها علی اساس ابراهیم (۳)

ترجمہ: "اگر تیری قوم نئی نئی کفر سے اسلام میں نہ داخل ہوئی ہوتی تو میں کعبہ کو توڑ کر اساس ابراہیم پر اس کو بناتا اور حطیم کو اس میں شامل کرتا"۔

ب۔ اصل دوم قلت تکلیف ۔ امثلہ فی السنة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمودات سے مذکورہ اصول کی تائید ہوتی ہے۔ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوها وحد حدوداً فلا تعتدوها وحرم اشیاء فلا تنتهکوها ومکث عن اشیاء رحمة لکم من غیر نسیان فلا تبحثوا عنها(۴)

ترجمہ: "اللہ نے فرائض مقرر کیے ہیں ان کو ضائع نہ کرو حدود مقرر کر دیئے ہیں ان سے آگے نہ بڑھو۔ جو چیزیں حرام کردی ہیں ان کی پردہ دری نہ کرو اور جن چیزوں سے بغیر بھولے ہوئے خاموشی اختیار کی ...

---

۱. صحیح مسلم، امام مسلم، باب ماعلی الولاة من التیسیر.

۲. بخاری ومسلم باب الدین یسر، کتاب الإیمان.

۳. صحیح مسلم، باب نقض الکعبة وبنائها

۴. التبریزی، مولانا محمد خطیب، المشکوة، کتاب الاعتصام.

باب دوم

اصولِ تیسیر از روئے قرآن والسنۃ، فقہاء کی آراء

فصل اوّل: اصولِ تیسیر وامثلہ فی القرآن

فصل دوم: اصولِ تیسیر وامثلہ فی السنۃ

فصل سوم: اصولِ تیسیر فقہاء کی آراء میں

فصل اوّل

اصولِ تیسیر و امثلہ فی القرآن

اصولِ تیسیر وامثلہ فی القرآن

۱. ﴿یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر﴾[۱]

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے سختی نہیں کرنا چاہتا ہے۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے۔غرض اسلامی نظریہ حیات میں تمام عبادات ایسی ہیں کہ جس دل میں ان کا صحیح ذوق پیدا ہو جائے، اسے شعور ملتا ہے کہ وہ پوری زندگی کے معاملات میں نرم رویہ اختیار کرے۔سختی نہ کرے۔ اس کے نتیجے میں ایک مسلمان کی زندگی میں سادگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کی زندگی پاک ہو جاتی ہے۔ اس میں کوئی تکلف نہیں ہوتا۔عملی زندگی کے پورے معاملات ایک سہل رواں کی طرح جاری وساری ہیں۔ اور ہر جگہ یہ شعور مومن کے ساتھ ہوتا ہے۔[۲]

۲. ﴿ماجعل علیکم فی الدین من حرج﴾[۳]

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے دین کے معاملہ میں تمہارے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے''

تشریح: اللہ کا فرمان ہے کہ کرامت محمدیہ کو دیگر امتوں پر شرافت وکرامت عزت وبزرگی عطا فرمائی کامل رسول اور کامل شریعت سے تمہیں سرفراز کیا تمہیں آسان، سہیل اور عمدہ دین دیا۔ وہ احکام تم پر نہ رکھے وہ سختی تم پر نہ کی اور وہ بوجھ تم پر نہ ڈالے جو تمہارے لیے ممکن نہ ہو۔ جو تم پر گراں گزریں جنہیں تم بجا نہ لاسکو۔ اسلام کے بعد سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ تاکید والا رکن نماز ہے۔ اگر گھر میں آرام سے بیٹھے ہیں تو چار رکعت فرض اور پھر اگر سفر ہو تو وہ بھی دو ہی رکعتیں رہ جائیں اور خوف میں تو حدیث کے مطابق صرف ایک ہی رکعت وہ بھی سواری پر ہو تو اور اگر پیدل ہو تو رو بقبلہ ہو کر پڑھیں۔ پھر نماز کا قیام بھی بوجہ بیماری کے معاف ہو جاتا ہے۔ مریض بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹے لیٹے ادا کریں۔ اسی طرح اور فرائض اور واجبات کو دیکھو کہ کس قدر ان میں اللہ تعالیٰ نے آسانیاں رکھی ہیں۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

۱۔ البقرۃ: ۱۸۵

۲۔ کیلانی، مولانا عبدالرحمٰن، تیسیر القرآن، مکتبۃ السلام لاہور۔ص: ۱/ ۲۰۳

۳۔ الحج: ۷۸

ترجمہ: ''حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسانی پیدا کرو اور سختی میں مبتلا نہ کرو۔ لوگوں کو خوشخبری دو اور ایسی باتیں نہ کرو جن سے نفرت پیدا ہو''

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں کہ:

''تمہارے دین میں کوئی سختی و تنگی نہیں ہے۔''(۲)

۳۔ ﴿ما یرید اللہ لیجعل علیکم فی الدین من حرج ولکن یرید لیطھر کم﴾(۳)

ترجمہ: ''اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں کسی دشواری میں مبتلا کرے بلکہ اس کا اصلی مقصد تمہیں پاک اور صاف کرنا ہے

تشریح: دین میں آسانی، یعنی تمہاری مجبوریوں کا لحاظ رکھتے ہوئے تمہیں رخصتیں عطا کرتا ہے۔ مثلاً کسی مریض کو پانی کے استعمال سے تکلیف یا تکلیف کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو اسے خواہ حدث اصغر لاحق ہو یا حدث اکبر وہ وضو یا غسل کے بجائے تیمم کرسکتا ہے۔ یا ایسا مسافر جس کو وضو یا غسل کے لیے پانی مل ہی نہ رہا ہو۔ اس کے لیے بھی یہی رعائت ہے۔(۴)

قلّت تکلیف۔ امثلہ

﴿لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا﴾(۵)

ترجمہ: ''اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا ہے''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے اپنے قانون سزا و جزا کا کلیہ بیان فرما دیا ہے۔ یعنی جو کام کسی انسان کی استطاعت سے بڑھ کر ہیں ان پر انسان سے باز پرس نہیں ہوگی۔ باز پرس تو صرف اس بات پر ہوگی۔ جو انسان کے اختیار اور استطاعت میں ہو۔ اور جہاں انسان مجبور ہو جائے وہاں گرفت نہ ہو۔ مگر اس اختیار، استطاعت اور مقدرت کا فیصلہ انسان کو نیک نیتی سے کرنا چاہیے کیونکہ

۱۔ البخاری، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر
۲۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، حذیفہ اکیڈمی، ص: ۳/۴۴۳۔۴۴۴۔ لاہور
۳۔ المائدہ: ۱۰۶
۴۔ کیلانی، مولانا عبد الرحمن، تیسیر القرآن، مکتبہ السلام لاہور۔ ص: ۱/۵۰۷
۵۔ البقرۃ: ۲۸۵

﴿یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الإنسان ضعیفا﴾[۲]

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ تخفیف کا ارادہ فرماتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے''

احکامِ شریعہ میں انسانی کمزوریوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تمہارے لیے احکام میں تخفیف فرمائے یعنی آسانی فرمائے اور اس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ انسان کا ضعف اور انسان کی کمزوری اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ ان کمزوریوں کا احکام میں لحاظ رکھا ہے اور ایسے احکام دیئے ہیں۔ جو بندوں کی قدرت سے باہر نہ ہوں۔[۳]

﴿ویضع عنهم اصرهم والا غلال التی كانت علیهم﴾[۴]

ترجمہ: ''اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں''

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ بوجھ جو لوگوں کے دلوں پر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہلکا کرتے ہیں اور رواج کی جن زنجیروں میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہٹا دیتے ہیں اور وہ آسانی اور بخشش اور معافی لے کر آئے ہیں۔[۵]

التدریج وامثلہ

﴿فیهما إثم كبیر ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما﴾[۶]

ترجمہ: ''ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے فوائد ہیں۔ لیکن ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بہت بڑا ہے''۔

تفسیر/ تشریح: شراب کی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے بھی بعض سلیم طبعتیں اس کو گوارا نہیں کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت فاروقِ اعظم اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں شراب کے متعلق حکم دیجئے۔ ﴿فانها مذهبة للعقل و مسلبة للمال﴾ یہ عقل زائل کرتے

۱۔ کیلانی، مولانا عبدالرحمن، تیسیر القرآن۔ ص: ۲۴۲/۱۔
۲۔ النساء: ۲۸
۳۔ انوار البیان فی کشف اسرار القرآن، ص: ۲۲۳/۲
۴۔ الاعراف: ۱۵۷
۵۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، حذیفہ اکیڈمی، لاہور۔ ص: ۲۲۱/۲
۶۔ البقرۃ: ۲۱۹

بعض پیتے رہے۔ کیونکہ اس میں صراحتہ روکا نہیں گیا۔

یعنی یہ درست ہے کہ شراب سے عارضی سرور اور جوئے سے بغیر محنت ومشقت کے دولت ہاتھ آجاتی ہے لیکن ان کے نقصانات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کے سامنے اس نفع قلیل کی کوئی اہمیت نہیں رہتی ہے۔[1]

حرمت شراب کا دوسرا حکم:

﴿یا ایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون﴾[2]

ترجمہ: ''مسلمانو! نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ تم جو کچھ کہتے ہو۔ اس کو جان سکو''

تفسیر: عرب میں شراب کا استعمال عام تھا اگر اسے یک لخت حرام کردیا جاتا تو مسلمان بڑی مشکل میں مبتلا ہو جائے۔ اس لیے حکیم وعلیم خدا نے اس کی حرمت کے احکام تدریجاً نازل فرمائے۔ ابتداء میں تو صرف اتنا اشارہ کردیا۔ کہ یہ مضر اور نقصان دہ چیز ہے۔ اس سے بعض لطیف طبائع نے شراب چھوڑ دی۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ جس میں اوقات نماز میں شراب کی ممانعت کردی گئی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ دن میں شراب کا استعمال بند ہوگیا۔ عشاء کی نماز کے بعد لوگ اس سے شغل کرتے کچھ مدت کے بعد شراب کا قطعی حکم نازل ہوا۔

آیت کا شانِ نزول:

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک روز حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے ہاں کئی صحابہ مدعو تھے کھانے کے بعد دورِ شراب چلا جب وہ اس کے نشہ سے جھوم رہے تھے۔ تو مغرب کی نماز کا وقت آ گیا۔ ایک صاحب امامت کے لیے آگے بڑھے اور اتفاق سے سورۃ الکافرون پڑھنا شروع کردی اور بے ہوشی میں ﴿لا اعبد ما تعبدون﴾ کی جگہ ﴿اعبد ما تعبدون﴾ پڑھ گئے۔ جس سے معنی بالکل بدل گئے اس وقت پر آیت نازل ہوئی اور نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا''۔[3]

۱۔ شاہ، پیر محمد کرم، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز۔ لاہور، ص: ۱/ ۱۴۹، ۱۵۰

۲۔ النساء: ۴۳

۳۔ شاہ، پیر محمد کرم، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، لاہور۔ ص: ۱/ ۳۴۷

اس کے بعد تصریح کے ساتھ ممانعت کا قطعی حکم دیا۔

﴿یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون﴾[1]

ترجمہ: ''مسلمانو! شراب، جواء بت اور جوئے کے تیر روحانی ناپاکی اور شیطان کے کام ہیں اس لیے ان سے بچو، تو یہ تم فلاح پاؤ، شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے میں تمہارے درمیان عداوت ڈال دے اور تم کو خدا کے ذکر اور نماز سے روک دے، تو کیا تم ان سے باز آؤ گے۔''

عرب میں شراب کا عام رواج تھا۔ گنتی کے چند آدمیوں کے علاوہ سب اس کے متوالے تھے شراب جو ان گنت جسمانی اور روحانی بیماریوں کا سبب، اخلاقی اور معاشی خرابیوں کی جڑ اور فتنہ وفساد کی علت ہے۔ اسلام کے پاکیزہ نظام حیات میں اس کی کیوں کر گنجائش ہوسکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قطعی حرام کردیا۔ لیکن حرمت کا حکم آہستہ آہستہ اور تدریجاً نازل ہوا۔ تاکہ لوگوں کو اس پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ میں اتنا کہنے پر اکتفاء کیا گیا کہ ﴿فیھما اثم کبیر ومنافع للناس﴾ اس کے کچھ عرصے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ﴿ولا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری﴾ کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو۔ یہ آیات اس آخری حکم کا پیش خیمہ تھیں اگرچہ شراب کی حرمت کا صراحۃً ان میں ذکر نہ تھا۔ لیکن کئی سلیم طبیعتوں نے اسی وقت سے شراب چھوڑ دی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارگاہ الٰہی میں اس کی قطعی حرمت کے لیے التجائیں کیا کرتے تھے۔ عرض کرتے ﴿اللھم بین لنا بیاناً شافیاً﴾ اس اثنا میں چند ایسے واقعات بھی رونما ہوئے جس سے شراب پینے کے مفاسد اور نقصانات کا صحابہ کرام کو زیادہ سے زیادہ احساس ہونے لگا۔ جب ایمان پختہ ہوگئے۔ تعلیمات اسلامیہ قلب وروح کی گہرائیوں میں بس گئیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کے سامنے سرِ خم تسلیم کرنے کی عادت بن گئی۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خادم کو حکم دیا کہ مدینہ کے گلی کوچوں میں پھر کر بلند آواز سے ان آیات کا اعلان کرے۔ جب وہ منادی کرنے کا اعلان کرنے نکلا تو کئی جگہ شراب کی محفلیں آراستہ تھی۔ میخوار جمع تھے۔ پیمانے گردش میں تھے۔ جونہی کان میں ﴿ھل انتم منتھون﴾ کی آواز پہنچی ہاتھوں پر رکھے ہوئے پیالے زمین پر پٹخ دیئے گئے۔[2]

۱۔ المائدہ: ۹۰

۲۔ شاہ، پیر محمد کرم، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، لاہور۔ ص:۱/ ۵۰۷

فصل دوم

اصول تیسیر و امثلہ فی السنۃ

أ۔ اصل اوّل: عدمِ حرج ۔ امثلہ فی السنۃ

ب۔ اصل دوم: قلت تکلیف ۔ امثلہ فی السنۃ

ج۔ اصل سوم: التدریج ۔ امثلہ فی السنۃ

قرآن مجید اسلامی نظام حیات میں ایک دستور کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ اس دستور کی تشریح سنت رسول آخر الزمان کی صورت میں دی گئی ہے۔ عدم حرج فقہی اصول میں سے ایک اصول ہے اور اس کی سنت میں بہت سے مثالیں ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

(۱) "یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا وتطا وعا ولا تختلفاً"(۱)

ترجمہ: "آسانی کرنا مشکل نہ ڈالنا، رغبت دلانا نفرت نہ دلانا، موافقت کے جذبہ کو فروغ دینا، اختلاف نہ ڈالنا۔"

(۲) احب الدین الی اللّٰہ الحنیفیة السمحة(۲)

ترجمہ: "اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین حنفی ہے جو آسان ہے۔

کعبہ کے ایک حصہ (حطیم) کو خانہ کعبہ کے ساتھ شامل نہ کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے حضرت عائشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۳) لو لاحدثان قومک بالکفر لنقضت الکعبة وبنیتها علی اساس ابراهیم (۳)

ترجمہ: "اگر تیری قوم نئی نئی کفر سے اسلام میں نہ داخل ہوئی ہوتی تو میں کعبہ کو توڑ کر اساس ابراہیم پر اس کو بناتا اور حطیم کو اس میں شامل کرتا"۔

ب۔ اصل دوم قلت تکلیف۔ امثلہ فی السنة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمودات سے مذکورہ اصول کی تائید ہوتی ہے۔ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوها وحد حدوداً فلا تعتدوها وحرم اشیاء فلا تنتهکوها ومکث عن اشیاء رحمة لکم من غیر نسیان فلا تبحثوا عنها(۴)

ترجمہ: "اللہ نے فرائض مقرر کیے ہیں ان کو ضائع نہ کرو حدود مقرر کر دیئے ہیں ان سے آگے نہ بڑھو۔ جو چیزیں حرام کردی ہیں ان کی پردہ دری نہ کرو اور جن چیزوں سے بغیر بھولے ہوئے خاموشی اختیار کی

۱. صحیح مسلم، امام مسلم، باب ماعلی الولاة من التیسیر.
۲. بخاری ومسلم باب الدین یسر، کتاب الإیمان.
۳. صحیح مسلم، باب نقض الکعبة وبنائها
۴. التبریزی، مولانا محمد خطیب، المشکوة، کتاب الاعتصام.

تدریجی ارتقاء قانون کی دنیا میں یہ ذہنیت پیدا کرانا چاہتا ہے کہ دنیا کا کوئی قانون ... نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اندر سے ابھرتا ہے اور ہر بن منہ سے رس رس کر نکلتا ہے اور وہی قانون کامیاب ہوتا ہے۔ جو انسان کی فطرت اور تربیت یافتہ رجحانات سے موافقت رکھتا ہے۔(۱) تکمیل شریعت کا یہ پہلو بھی تکمیلی حیثیت رکھتا ہے۔

ان اللہ لم یدع شیئا من الکرامۃ والبر الا اعطا ھذہ الامۃ ومن کرامتہ واحسانہ انہ لم یوجب علیھم الشرائع دفعۃ واحدۃ ولکن اوجب علیھم مرۃ بعد مرۃ(۲)

ترجمہ: ''فضیلت اور کرامت کی کوئی ایسی بات نہیں رہی جسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا نہ فرمائی ہو۔ یہ بھی اس کا فضل اور احسان ہے۔ کہ شرائع نے احکام کو اس نے ایک ہی دفعہ نہیں اتارا۔ بلکہ یکے بعد دیگرے رفتہ رفتہ واجب کیا۔''

اس سلسلہ میں حضرت عائشہؓ کی یہ تصریح نہایت وقیع اور دلیل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

انما نزل اوّل مانزل سورۃ من المفصل فیھا ذکر الجنۃ والنار حتی اذا تاب الناس الی الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزّل اوّل مانزل لاتشربوا الخمر لقالوا لاندع الخمر ابداً(۳)

ترجمہ: پہلے مفصل (سورہ حجرات سے آخر قرآن تک) کی وہ سورت نازل ہوئی جس میں جنت ودوزخ (ترغیب وترہیب) کا ذکر ہے۔ پھر جب لوگ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہوگئے تو پھر حلال اور حرام کے احکام نازل ہوئے۔ مثلاً شراب نہ پینے کا حکم اگر اوّل ہی دن سے نازل ہوتا تو لوگ یہ کہتے کہ ہم کبھی شراب نہ چھوڑیں گے۔ اسی طرح ابتداء میں زنا چھوڑنے کا حکم نازل ہوتا تو لوگ کہہ اٹھتے کہ ہم اس سے ہرگز باز نہ آئیں گے۔

اس طریق کار کا یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ قانون کے اجراء میں تدریجی طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے اور بزور تعلیم وتربیت وذہنی فضاء ہموار ہوتی جائے، زندگی کے مختلف گوشوں میں شرعی قوانین کا نفاذ ہوتا رہے۔

۱۔ امینی، مولانا محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص:۲۷۲

۲۔ قرطبی، ص:۳/۵۲

۳۔ البخاری، ج۲، باب تالیف القرآن

تدریجی ارتقاء قانون کی دنیا میں یہ ذہنیت پیدا کرانا چاہتا ہے کہ دنیا کا کوئی ... نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اندر سے ابھرتا ہے اور ہر بن منہ سے رس رس کر نکلتا ہے اور وہی قانون کامیاب ہوتا ہے۔ جو انسان کی فطرت اور تربیت یافتہ رجحانات سے موافقت رکھتا ہے۔ تکمیل شریعت کا یہ پہلو بھی تکمیلی حیثیت رکھتا ہے۔(۱)

ان اللہ لم یدع شیئا من الکرامة والبر الا اعطا ھذہ الامة ومن کرامتہ واحسانہ انہ لم یوجب علیھم الشرائع دفعة واحدة ولکن اوجب علیھم مرة بعد مرة(۲)

ترجمہ: ''فضیلت اور کرامت کی کوئی ایسی بات نہیں رہی جسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا نہ فرمائی ہو۔ یہ بھی اس کا فضل اور احسان ہے۔ کہ شرائع نے احکام کو اس نے ایک ہی دفعہ نہیں اتارا۔ بلکہ یکے بعد دیگرے رفتہ واجب کیا۔''

اس سلسلہ میں حضرت عائشہؓ کی یہ تصریح نہایت وقیع اور دلیل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

انما نزل اوّل مانزل سورة من المفصل فیھا ذکر الجنة والنار حتی اذا تاب الناس الی الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزّل اوّل مانزل لاتشربوا لخمر لقالوا لاندع الخمر ابداً(۳)

ترجمہ: پہلے مفصل (سورہ حجرات سے آخر قرآن تک) کی وہ سورت نازل ہوئی جس میں جنت ودوزخ (ترغیب وترہیب) کا ذکر ہے۔ پھر جب لوگ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہوگئے تو پھر حلال اور حرام کے احکام نازل ہوئے۔ مثلاً شراب نہ پینے کا حکم اگر اوّل ہی دن سے نازل ہوتا تو لوگ یہ کہتے کہ ہم کبھی شراب نہ چھوڑیں گے۔ اسی طرح ابتداء میں زنا چھوڑنے کا حکم نازل ہوتا تو لوگ کہہ اٹھتے کہ ہم اس سے ہرگز باز نہ آئیں گے۔

اس طریق کار کا یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ قانون کے اجراء میں تدریجی طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے اور بزور تعلیم وتربیت وذہنی فضاء ہموار ہوتی جائے، زندگی کے مختلف گوشوں میں شرعی قوانین کا نفاذ ہوتا رہے۔

۱۔ امینی، مولانا محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص:۶۷۲

۲۔ قرطبی، ص:۵۲/۳

۳۔ البخاری، ج۲، باب تالیف القرآن

باب اوّل: اصولِ تیسیر کا تعارف واقسام

فصل اوّل: اصول تیسیر کا تعارف

ا۔ اصولِ تیسیر کی لغوی واصطلاحی تعریف

ب۔ اصولِ تیسیر کی اہمیت

ج۔ اصولِ تیسیر کی صورتیں

فصل دوم: اصولِ تیسیر کی تقسیم

ا۔ عدمِ حرج

ب۔ قلّتِ تکلیف

ج۔ التدریج

باب دوم: اصولِ تیسیر از روئے قرآن، السنة، فقہاء کی آراء

فصل اوّل: اصولِ تیسیر وامثلہ فی القرآن

فصل دوم: اصولِ تیسیر وامثلہ فی السنة

فصل سوم: اصولِ تیسیر فقہاء کی آراء میں۔

باب سوم: مأموراتِ شرعیہ/ممنوعات شرعیہ

فصل اوّل: اوامر شرعیہ میں اصولِ تیسیر

ا۔ عبادات

ب۔ معاملات میں تیسیر
